اہم شعبہ جاتِ زندگی مثلاً ہدیہ لینے دینے، مہمانی
خط وکتابت اور بڑوں کے لیے ضروری آداب کا مفصل بیان

آدابُ المعاشرت

تألیف

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

۱۲۸۰ - ۱۳۶۲ھ
۱۸۶۳ - ۱۹۴۳ء

مکتبۃ البشریٰ
شعبہ نشر واشاعت
چودھری محمد علی چیریٹیبل ٹرسٹ (رجسٹرڈ) کراچی پاکستان

اہم شعبہ جاتِ زندگی مثلاً ہدیہ لینے دینے، مہمانی
خطوکتابت اور بڑوں کے لیے ضروری آداب کا مفصّل بیان

تالیف

حکیم الامّت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

www.maktaba-tul-bushra.com.pk

کتاب کا نام : آداب المعاشرت

مؤلف : حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

تعداد صفحات : ۴۰

قیمت برائے قارئین : /=

سن اشاعت : ۱۴۳۱ھ/۲۰۱۰ء

ناشر : مکتبۃ البشریٰ

چوہدری محمد علی چیریٹیبل ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

Z-3، اوورسیز بنگلوز، گلستان جوہر، کراچی۔ پاکستان

فون نمبر : +92-21-7740738

فیکس نمبر : +92-21-4023113

ویب سائٹ : www.ibnabbasaisha.edu.pk

ای میل : al-bushra@cyber.net.pk

ملنے کا پتہ : مکتبة البشریٰ، کراچی۔ پاکستان +92-321-2196170

مکتبة الحرمين، اردو بازار، لاہور۔ +92-321-4399313

المصباح، ۱۶- اردو بازار، لاہور۔ +92-42-7124656, 7223210

بك لينڈ، سٹی پلازہ کالج روڈ، راولپنڈی۔ +92-51-5773341,5557926

دار الإخلاص، نزد قصّہ خوانی بازار، پشاور۔ +92-91-2567539

اور تمام مشہور کتب خانوں میں دستیاب ہے۔

آداب المعاشرت

حرفِ آغاز

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

حمد وصلوٰۃ کے بعد عرض ہے کہ اِس وقت دین کے پانچ اجزا میں سے عوام نے تو صرف دو ہی جز کو داخلِ دین سمجھا یعنی عقائد وعبادات کو، اور علماءِ ظاہر نے تیسرے جز کو بھی دین اختیار کیا یعنی معاملات کو، اور مشائخ نے چوتھے جز کو بھی دین قرار دیا یعنی اخلاقِ باطنی کی اصلاح کو۔ لیکن ایک پانچویں جز کو کہ وہ آدابِ معاشرت ہے، قریب قریب ان تینوں طبقوں نے الاّ ماشاء اللہ اکثر نے تو اعتقاداً دین سے خارج اور بے تعلّق قرار دے رکھا ہے اور اسی وجہ سے اور اجزا کی تو کم وبیش خاص طور پر یا عام طور پر یعنی وعظ میں کچھ تعلیم وتلقین بھی ہے لیکن اس جز کا کبھی زبان پر نام تک بھی نہیں آتا، اسی لیے علماً وعملاً یہ جز بالکلیہ نسیاً منسیاً [بھول بھلیاں] ہو چلا ہے۔ اور میرے نزدیک باہمی الفت واتفاق میں (جس کی شریعت نے سخت تاکید کی ہے اور اس وقت عقلاً بھی بہت چیخ وپکار کر رہے ہیں) جو کمی ہے، اس کا بڑا سبب یہ سوءِ معاشرت [خراب برتاؤ] بھی ہے، کیونکہ اس سے ایک کو دوسرے سے تکدّر وانقباض [دلی تنگی] ہوتا ہے اور وہ رافع ومانع [اٹھانیوالا، روکنے والا] ہے انبساط وانشراح [خوشی وشادمانی] کا جو اعظم مدار ہے الفتِ باہمدگر [آپس کی محبّت] کا، حالانکہ خود اس خیال کو کہ اس کو دین سے کوئی مس [تعلّق] نہیں، آیات واحادیث واقوالِ حکمائے دین کے ردّ کرتے ہیں، چنانچہ ان میں سے بعض بطورِ نمونہ کے پیش کرتا ہوں۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے کہ مجلس میں جگہ فراخ کر دو تو جگہ کو فراخ کر دیا کرو، اور جب تم سے کہا جائے کہ کھڑے ہو جاؤ تو کھڑے ہو جایا کرو[1]۔

---

[1] مجادلہ: ۱۱

اور ارشاد ہے کہ دوسرے کے گھر میں (گو وہ مرد انہ ہو مگر خاص خلوت گاہ ہو) بے اجازت لیے مت جایا کرو۔[۱]

دیکھیے! اس میں اپنے جلیسوں [ساتھ بیٹھنے والے] کی راحت کی رعایت کا کس طرح حکم فرمایا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ایک ساتھ کھانے کے وقت دو دو چھوارے ایک دم سے نہ لینا چاہیے تاوقتیکہ اپنے رفیقوں سے اجازت نہ لے لے۔[۲]

دیکھیے! اس میں ایک نہایت خفیف امر سے محض اس وجہ سے کہ بے تمیزی ہے اور دوسروں کو ناگوار ہوگا ممانعت کردی۔ اور حضور ﷺ ہی کا ارشاد ہے کہ جو شخص لہسن اور پیاز (خام) کھائے، تو ہم سے یعنی (مجمع) سے علیحدہ رہے۔[۳]

دیکھیے! اس خیال سے کہ دوسروں کو ایک خفیف سی اذیت [تکلیف] ہوگی منع فرما دیا، اور ارشاد فرمایا ہے کہ مہمان کو حلال نہیں کہ میزبان کے پاس اس قدر قیام کرے کہ وہ تنگ ہو جائے۔[۴]

اس میں ایسے امر سے ممانعت ہے جس سے دوسروں کے قلب پر تنگی ہو۔ اور ارشاد فرمایا ہے کہ لوگوں کے ساتھ کھانے کے وقت گو پیٹ بھر جائے، مگر جب تک کہ دوسرے لوگ فارغ نہ ہو جائیں ہاتھ نہ کھینچے، کیونکہ اس سے دوسرا کھانے والا شرما کر ہاتھ کھینچ لیتا ہے اور شاید اس کو ابھی کھانے کی حاجت باقی ہو۔[۵]

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایسا کام نہ کرے جس سے دوسرا آدمی شرما جائے، بعضے آدمی طبعی طور پر مجمع میں کسی چیز سے شرماتے ہیں اور ان کو گرانی [پریشانی] ہوتی ہے، یا ان سے مجمع میں کوئی چیز مانگی جائے تو انکار وعذر کرنے سے شرماتے ہیں۔ گو پہلی صورت میں لینے کو جی چاہتا ہے اور دوسری صورت میں دینے کو جی نہ چاہتا ہو، ایسے شخص کو مجمع میں نہ دے، نہ مجمع میں اس سے مانگے۔

اور حدیث میں وارد ہے کہ ایک بار حضرت جابر رضی اللہ عنہ درِ دولت پر حاضر ہوئے اور دروازہ کھٹکھٹایا، آپ نے پوچھا کون ہے؟ انہوں نے عرض کیا: میں ہوں۔ آپ نے ناگواری

---

[۱] نور: ۲۷ [۲] متفق علیہ، مشکوٰۃ المصابیح، رقم: ۴۱۸۸ [۳] متفق علیہ، مشکوٰۃ المصابیح، رقم: ۴۱۹۷

[۴] متفق علیہ، مشکوٰۃ المصابیح، رقم: ۴۲۴۴ [۵] ابن ماجہ، رقم: ۳۲۹۵

سے فرمایا: میں ہوں، میں ہوں۔[۱]

اس سے معلوم ہوا کہ بات صاف کہے کہ جس کو دوسرا سمجھ سکے، ایسی گول بات کہنا جس کے سمجھنے میں تکلیف ہو اُلجھن [تشویش] میں ڈالتا ہے۔ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی شخص محبوب نہ تھا، مگر آپ کو دیکھ کر اس لیے کھڑے نہ ہوتے تھے کہ جانتے تھے کہ آپ کو ناگوار ہوتا ہے۔[۲]

اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی خاص ادب وتعظیم یا کوئی خاص خدمت کسی کے مزاج کے خلاف ہو، اس کے ساتھ وہ معاملہ نہ کرے، گو اپنی خواہش ہو مگر دوسرے کی خواہش کو اس پر مقدم رکھے۔ بعضے لوگ جو بعض خدمات میں اصرار کرتے ہیں بزرگوں کو تکلیف دیتے ہیں۔ اور ارشاد ہے کہ ایسے دو شخصوں کے درمیان میں جو قصداً پاس پاس بیٹھے ہوں جا کر بیٹھنا حلال نہیں بدون ان کے اذن [اجازت] کے۔[۳]

اس سے صاف ظاہر ہے کہ کوئی ایسی بات کرنا جس سے دوسروں کو کدورت ہو، نہ چاہیے۔ اور حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب چھینک آتی تو اپنا منہ ہاتھ یا کپڑے سے ڈھانپ لیتے اور آواز کو پست [کم] فرماتے۔[۴]

اس سے معلوم ہوا کہ اپنے جلیس کی اتنی رعایت کرے کہ اسکو سخت آواز سے بھی اذیت و وحشت نہ ہوا اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تو جو شخص جس جگہ پہنچ جاتا وہاں ہی بیٹھ جاتا، یعنی لوگوں کو چیر پھاڑ کر آگے نہ بڑھتا۔[۵]

اس سے بھی مجلس کا ادب ثابت ہوتا ہے کہ ان کو اتنی ایذا بھی نہ پہنچائے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے موقوفاً[۶] اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً[۷] اور حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ سے مرسلاً[۸] مروی ہے کہ عیادت میں بیمار کے پاس زیادہ نہ بیٹھے، تھوڑا بیٹھ کر ہی جلد اٹھ کھڑا ہو۔[۹]

---

[۱] متفق علیہ، مشکوٰۃ المصابیح، رقم: ۴۶۶۹ [۲] ترمذی، رقم: ۲۷۵۴ [۳] ترمذی، رقم: ۲۷۵۲
[۴] ترمذی، رقم: ۲۷۴۵ [۵] ابوداؤد، رقم: ۴۸۲۵ [۶] رزین [۷] بیہقی [۸] بیہقی
[۹] بیہقی فی شعب الایمان عن سعید بن المسیب، رقم: ۹۲۲۱، وعن انس، رقم: ۹۲۲۲

اس حدیث میں کسی قدر دقیق [باریک] رعایت ہے اس امر کی کہ کسی کی گرانی کا سبب بھی نہ بنے، کیونکہ بعض اوقات کسی کے بیٹھنے سے مریض کو کروٹ بدلنے میں یا پاؤں پھیلانے میں یا بات چیت کرنے میں ایک گونہ [ذراسا] تکلّف ہوتا ہے، البتہ جس کے بیٹھنے سے اس کو راحت ہو وہ اس سے مستثنیٰ ہے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے غسلِ جمعہ کے ضروری ہونے کی یہی علت [وجہ] بیان فرمائی ہے کہ ابتدائے اسلام میں اکثر لوگ غریب، مزدوری پیشہ تھے، میلے کپڑوں میں پسینہ نکلنے سے بدبو پھیلتی ہے، اسلیے غسل واجب کیا گیا تھا پھر بعد میں یہ وجوب منسوخ [ختم] ہوگیا۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ اس کی کوشش واجب ہے کہ کسی کو کسی سے معمولی اذیت بھی نہ پہنچے۔

اور سننِ نسائی[۱] میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ شبِ برأت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بستر پر سے آہستہ اٹھے اور اس خیال سے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سوتی ہونگی بے چین نہ ہوں، آہستہ نعل مبارک پہنے اور آہستہ سے کواڑ [دروازہ] کھولے اور آہستہ سے باہر تشریف لے گئے اور آہستہ سے کواڑ بند کیے۔ اس میں سونے والے کی کس قدر رعایت ہے کہ ایسی آواز یا کھڑکا بھی نہ کیا جائے جس سے سونے والا دفعۃً جاگ اٹھے اور پریشان ہو۔

اور صحیح مسلم میں حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے ایک طویل قصّے میں مروی ہے[۲] کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان تھے اور آپ ہی کے یہاں مقیم تھے، بعد عشا اگر لیٹ رہتے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دیر میں تشریف لاتے تو چونکہ مہمانوں کے سونے اور جاگنے دونوں کا احتمال ہوتا تھا، اس لیے سلام تو کرتے تھے کہ شاید جاگتے ہوں، اور ایسا آہستہ سلام کرتے کہ اگر جاگتے ہوں تو سن لیں اور اگر سوتے ہوں تو آنکھ نہ کھلے[۳]۔ اس سے بھی وہی اہتمام معلوم ہوا جو اس سے پہلی حدیث میں معلوم ہوا تھا اور بکثرت حدیثیں اس باب کی موجود ہیں۔

روایاتِ فقہیہ میں ایسے شخص کو جو طعام وغیرہ یا درس یا اوراد (وظیفوں) میں مشغول ہو

---

[۱] ابوداؤد

[۲] اور جن احادیث کے حوالے متن میں نہیں ہیں وہ سب مشکوٰۃ اور تعلیم الدین سے نقل کی ہے۔

[۳] مسلم، رقم: ۵۳۶۲

سلام نہ کرنا مصرّح ہے، جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ بلا ضرورت کسی مشغول شغلِ ضروری کے قلب کو منتشر، اور جانب کرنا شرعاً ناپسند ہے۔ اسی طرح گندہ دہنی [منہ سے بدبو آنا] کے مرض میں جو شخص مبتلا ہو اس کو مسجد میں نہ آنے دینا بھی فقہا نے نقل کیا ہے، جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کی اذیت کے اسباب کا انسداد [ختم کرنا] نہایت ضروری ہے۔ ان دلائل میں مجموعی طور پر نظر کرنے سے بدلالتِ واضحہ معلوم ہوتا ہے کہ شریعت نے نہایت درجہ پر اس کا خاص طور سے اہتمام کیا ہے کہ کسی شخص کی کوئی حرکت، کوئی حالت دوسرے شخص کے لیے ادنیٰ درجہ میں بھی کسی قسم کی تکلیف و اذیت یا ثقل و گرانی یا ضیق و تنگی یا تکدّر یا انقباض یا کراہت و ناگواری یا تشویش و پریشانی یا توحّش و خلجان [شرمندگی] کا سبب و مُوجِب نہ ہو اور شارع علیہ السلام نے اپنے قول اور اپنے فعل ہی سے صرف اس کے اہتمام کرنے پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ خدّام کے قلّتِ اعتنا (لاپرواہی) کے موقع پر ان آداب کے عمل کرنے پر بھی مجبور فرمایا اور ان سے کام لے کر بھی بتلایا ہے۔ چنانچہ ایک صحابی [کلدہ بن حنبل رضی اللہ عنہ] ایک ہدیہ لے کر آپ کی خدمت میں بدونِ سلام اور بدونِ استیذان (بغیر اجازت) داخل ہوگئے، آپ نے فرمایا: باہر واپس جاؤ ’’اور السلام علیکم، کیا میں حاضر ہوں؟‘‘ کہہ کر پھر آؤ۔[1] اور فی الحقیقت حسن اخلاق مع الناس کا راس و اساس [بنیاد] ایک امر ہے کہ کسی کو کسی سے کلفت و ایذا نہ پہنچے، جس کو حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت جامع الفاظ میں ارشاد فرمایا ہے:

المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده.[2]

اور جس اِمر سے اذیت ہو گو وہ صورت خدمتِ مالی ہو یا جانی ہو، یا ادب و تعظیم ہو جو عرف میں حسنِ خُلق (اچھی عادت) سمجھا جاتا ہے، مگر اس حالت میں وہ سب سوءِ خلق (بری عادت) میں داخل ہے، کیونکہ راحت، کہ جانِ خَلق ہے مقدّم ہے خدمت پر، کہ پوستِ خلق ہے، اور قشر بلا لُب (چھلکا بغیر مغز کے) کا بیکار ہونا ظاہر ہے۔ اور گو شعائر [نشانیاں] ہونے کے مرتبہ میں باب معاشرت مؤخّر ہے بابِ عقائد و عباداتِ فرضیہ سے لیکن اس اعتبار سے

---

[1] ابوداوٗد، رقم: ۵۱۷۶ [2] مسلمان (کامل) تو وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے بھی کسی کو تکلیف نہ ہو۔ اس کو بخاری نے روایت کیا۔ (بخاری، رقم: ۱۰)

(کہ عقائد وعبادات کے اخلال [کوتاہی] سے اپنا ہی ضرر ہے اور معاشرت کے اخلال سے دوسروں کا ضرر ہے، اور دوسروں کو ضرر پہنچانا اشد ہے اپنے نفس کو ضرر پہنچانے سے) اس درجہ میں اس کو ان دونوں پر تقدّم ہے۔

آخر کوئی بات تو ہے جسکے سبب اللہ تعالیٰ نے سورۂ فرقان میں: ﴿اَلَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلَامًا﴾[۱] کو کہ دال ہے حسنِ معاشرت پر، ذکر میں مقدم فرمایا: صلٰوۃ و خشیۃ و اعتدال فی الإنفاق و توحید[۲] پر جو کہ باب طاعاتِ مفروضہ وعقائد سے ہیں۔ اور یہ تقدم علی الفرائض[۳] تو محض بعض وجوہ سے ہے لیکن نفل عبادت پر اس کا تقدم من کل الوجوہ ہے، چنانچہ حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ کے رُو بہ رُو دو عورتوں کا ذکر کیا گیا، ایک تو نماز روزہ کثرت سے کرتی تھی (یعنی نوافل کیونکہ کثرت اسی میں ہوسکتی ہے) مگر اپنے ہمسایوں کو ایذا پہنچاتی تھی، دوسری زیادہ نماز روزہ نہ کرتی تھی (یعنی صرف ضروریات پر اکتفا کرتی تھی) مگر ہمسایوں کو ایذا نہ دیتی تھی۔ آپ نے پہلی کو دوزخی، دوسری کو جنتی فرمایا۔

اور بابِ معاملات سے گو اس حیثیتِ مذکورہ سے یہ مقدم نہیں کیونکہ اس کے اخلال سے بھی دوسروں کو ضرر پہنچتا ہے، مگر ایک دوسری حیثیت سے یہ اس سے بھی اہم ہے اور وہ یہ کہ گو عوام نہ سہی مگر خواص بابِ معاملات کو داخلِ دین سمجھتے ہیں، اور بابِ معاشرت کو بجز اخص الخواص کے بہت خواص بھی داخلِ دین نہیں سمجھتے، اور جو بعض سمجھتے بھی ہیں مگر معاملات کے برابر اس کو مہتم بالشان [اہتمام کے قابل] اعتقاد نہیں کرتے[۴] اور اسی وجہ سے عملاً بھی اسکا اعتنا (پرواہ) کم کرتے ہیں۔ اور اخلاقِ باطنی کی اصلاح عباداتِ مفروضہ کے حکم

---

[۱] جو لوگ کہ زمین پر متواضع [بغیر تکبّر کے] چلتے ہیں اور جب ان سے جاہل کوئی بات چیت کرتے ہیں تو اچھی بات کہتے ہیں۔ (فرقان: ٦٣)

[۲] نماز، خوف اور خرچ میں اعتدال کرنے اور توحید۔ [۳] فرائض پر مقدم کرنا۔

[۴] ترغیب وترهیب للمنذری عن احمد وبزار وابن حبان وحاکم وابی بکر بن ابی شیبه، تحت باب الترهیب من أذى الجار، رقم: ١٩

میں ہے، جو حیثیت تقدمِ معاشرت علی العبادات کی اوپر مذکور ہو چکی ہے وہ یہاں بھی جاری ہے۔ غرض اس جز یعنی باب معاشرت کا سب اجزائے دین سے مقدم و مہتم بالشان ہونا کسی سے من وجہٍ اور کسی سے من وجہٍ ثابت ہوگیا، مگر باوجود اس کے عوام کا تو بکثرت اور خواص میں سے بعض کا اس کی طرف خود عملاً بھی التفات [توجہ] کم ہے اور جو کسی نے خود عمل بھی کیا مگر دوسروں کی خواہ وہ اجانب ہوں یا اپنے متعلّقین ہوں روک ٹوک یا تعلیم و اصلاح کرنا تو مفقودِ محض ہے، اس وجہ سے مدت سے اس کی ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ کچھ ضروری آدابِ معاشرت جن کا اکثر اوقات موقع اور اتفاق پڑتا ہے تحریراً ضبط کر دیئے جائیں۔

اور گو یہ احقر مدتوں سے متعلّقین کو ایسے مواقع پر زبانی احتساب [جانچ پڑتال] کرتا رہتا ہے، گو اس میں میری اتنی خطا ضرور ہے کہ بعض وقت مزاج میں حدّت [تیزی] پیدا ہوتی ہے۔ (اللہ تعالیٰ معاف کر کے اصلاح فرمائے) اکثر وعظ میں بھی ایسے امور کی تعلیم و تبلیغ کرتا ہوں، مگر حسبِ قولِ مشہور ''العلم صید والکتابۃ قید'' (جو بات تحریر میں ہے تقریر میں کہاں) اس لیے تحریر ہی کرنے کی ضرورت معلوم ہوتی تھی، مگر اتفاق سے دیر ہی ہوتی گئی، خدائے تعالیٰ کے علم میں اس کا یہی وقت مقدر تھا۔[1] اور کیف ما اتفق [جب کبھی] جو بات یاد آئے گی یا پیش آئے گی بلا کسی خاص ترتیب کے لکھتا چلا جاؤں گا، اور اگر یہ رسالہ بچوں بلکہ بڑوں کو بھی پڑھایا جائے تو ان شاء اللہ دنیا ہی میں لطفِ جنّت نصیب ہونے لگے گا، جیسا کہا گیا ہے ؎

بہشت آنجا کہ آزاری نباشد
کسے را با کسے کارے نباشد

واللّٰہ ولی التوفیق وھو خیر رفیق

[1] الحمد للہ کہ اب اس کی نوبت آئی کہ میں ہر تعلیم کے لیے لفظِ ادب کو سرخی قرار دوں گا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ملاقات کے آداب

ادب ۱: جب کسی کے پاس ملنے یا کچھ کہنے جاؤ اور اس کو کسی شغل [مصروفیت] کی وجہ سے فرصت نہ ہو، مثلاً قرآن کی تلاوت کر رہا ہے، یا وظیفہ پڑھ رہا ہے، یا قصداً مقامِ خلوت [تنہائی] میں بیٹھا کچھ لکھ رہا ہے، یا سونے کے لیے آمادہ ہے، یا قرائن [علامات] سے اور کوئی ایسی حالت معلوم ہو جس سے غالباً اس شخص کی طرف متوجہ ہونے سے اس کا حرج [نقصان] ہوگا، یا اس کو گرانی و پریشانی ہوگی، ایسے وقت میں اس سے کلام و سلام مت کرو بلکہ یا تو چلے جاؤ اور اگر بہت ہی ضرورت کی بات ہو تو مخاطب سے پہلے پوچھ لو کہ میں کچھ کہنا چاہتا ہوں، پھر اجازت کے بعد کہہ دے، اس سے تنگی نہیں ہوتی اور یا فرصت کا انتظار کرو جب اس کو فارغ دیکھو مل لو۔

ادب ۲: جب کسی کے انتظار میں بیٹھنا ہو تو ایسے موقع پر اور اس طور سے مت بیٹھو کہ اس شخص کو یہ معلوم ہو جائے کہ تم اس کا انتظار کر رہے ہو، اس سے خواہ مخواہ اس کا دل مشوش [پریشان] ہو جاتا ہے اور اس کی یکسوئی [دل جمعی] میں خلل پڑتا ہے بلکہ اس سے دور اور نگاہ سے پوشیدہ ہو کر بیٹھو۔

ادب ۳: مصافحہ ایسے وقت مت کرو کہ دوسرے کے ہاتھ ایسے شغل میں رکے ہوں کہ ہاتھ خالی کرنے میں اس کو خلجان [تردّد] ہوگا، بلکہ سلام پر کفایت کرو اور اسی طرح مشغولی کے وقت میں بیٹھنے کے لیے منتظرِ اجازت مت رہو بلکہ خود بیٹھ جاؤ۔

ادب ۴: بعضے آدمی صاف بات نہیں کہتے، تکلّف کے کنایات کے استعمال کو ادب سمجھتے ہیں، اس سے بعض اوقات مخاطب نہیں سمجھتا یا غلط سمجھتا ہے، جس سے فی الحال یا فی المآل [آئندہ] پریشانی ہوتی ہے، بات بہت واضح کہنا چاہیے۔

ادب ۵: بعضے آدمی بلاضرورت دوسرے شخص کی پشت کے پیچھے بیٹھ جاتے ہیں اس سے دل الجھتا ہے، یا پشت کے پیچھے نماز کی نیت باندھ لیتے ہیں۔ سو اگر وہ اپنی جگہ سے اٹھنا چاہے تو پیچھے نماز پڑھنے والے کی وجہ سے اٹھ نہیں سکتا اور محبوس [قید] ہو جاتا ہے اور اس سے تنگی ہوتی ہے۔

ادب ۶: بعضے آدمی مسجد میں ایسی جگہ نیت باندھتے ہیں کہ گزرنے والوں کا راستہ بند ہو جاتا ہے، مثلاً در کے سامنے یا دیوارِ شرقی سے بالکل مل کر، نہ پشت کی طرف سے نکلنے کی گنجائش رہے اور نہ سامنے سے بوجہ گناہ کے گزر سکے۔ سو ایسا نہ کرے بلکہ دیوارِ قبلہ کے قریب ایک گوشہ [جانب] میں نماز پڑھے۔

ادب ۷: کسی کے پاس جاؤ تو سلام سے، یا کلام سے، یا روبرو [آمنے سامنے] بیٹھنے سے غرض کسی طرح سے اس کو اپنے آنے کی خبر دو اور بدونِ اطلاع کے آڑ میں ایسی جگہ مت بیٹھو کہ اس کو تمہارے آنے کی خبر نہ ہو، کیونکہ شاید وہ کوئی ایسی بات کرنا چاہے جس پر تم کو مطلع نہ کرنا چاہے تو بدون اس کی رضا کے اس کے راز پر مطلع ہونا بری بات ہے، بلکہ اگر کسی بات کے وقت یہ احتمال ہو کہ بے خبری کے گمان میں وہ بات ہو رہی ہے تو تم فوراً وہاں سے جدا ہو جاؤ، یا اگر تم کو سوتا سمجھ کر ایسی بات کرنے لگے تو فوراً اپنا بیدار ہونا ظاہر کر دو، البتہ اگر تمہارے یا کسی اور مسلمان کی ضرر رسانی [تکلیف پہنچانے] کی کوئی بات ہوتی ہو تو اس کو ہر طرح سن لینا درست ہے تاکہ حفاظت ضرر [نقصان] سے ممکن ہو۔

ادب ۸: کسی ایسے شخص سے کوئی چیز مت مانگو کہ قرائن سے یقین ہو کہ وہ باوجود گرانی کے بھی انکار نہ کر سکے گا، اگرچہ یہ مانگنا بطور قرض یا رعایت ہی کے ہو۔ البتہ اگر یہ یقین ہو کہ اس کو گرانی ہی نہ ہوگی، یا اگر گرانی ہوئی تو یہ آزادی سے عذر کر دے گا تو مضائقہ نہیں۔ اور یہی تفصیل ہے کسی کام بتلانے میں، کوئی فرمائش کرنے میں، کسی سے کسی کی سفارش کرنے میں اس میں آج کل بہت ہی شامل ہے۔

ادب ۹: اگر کسی بزرگ کا جوتا اٹھانا چاہو تو جس وقت وہ پاؤں سے نکال رہے ہوں اس وقت

ہاتھ میں مت لو، اس سے بعض اوقات دوسرا آدمی گر پڑتا ہے۔

ادب۱۰: بعض اوقات بعض خدمت دوسرے سے لینا پسند نہیں ہوتا، سو ایسی خدمت پر اصرار نہ کرنا چاہیے کہ خود مخدوم کو تکلیف ہوتی ہے اور یہ بات اس مخدوم کی صریح ممانعت یا قرائن سے معلوم ہوتی ہے۔

ادب۱۱: کسی کے پاس بیٹھنا ہو تو نہ اس قدر مل کر بیٹھو کہ اس کا دل گھبرائے اور نہ اس قدر فاصلے سے بیٹھو کہ بات چیت کرنے میں تکلّف ہو۔

ادب۱۲: مشغول آدمی کے پاس بیٹھ کر اس کو مت تکو [گھور کے نہ دیکھو] کہ اس سے دل بٹتا ہے اور دل پر بوجھ معلوم ہوتا ہے، بلکہ خود اس کی طرف متوجہ ہو کر بھی مت بیٹھو۔

مہمانی کے آداب

ادب۱۳: اگر کسی کے ہاں مہمان جاؤ اور تم کو کھانا کھانا منظور نہ ہو، خواہ تو اس وجہ سے کہ کھا چکے ہو، یا روزہ ہو، یا کسی وجہ سے کھانے کا ارادہ نہ ہو تو فوراً جاتے ہی ان کو اطلاع کر دو کہ میں اس وقت کھانا نہ کھاؤں گا، ایسا نہ ہو کہ وہ انتظام کرے اور انتظام میں اس کو تعب [مشقت] بھی ہو، پھر کھانے کے وقت اس سے یہ اطلاع کرو تو اس کا یہ سب اہتمام و طعام ضائع ہی گیا۔

ادب۱۴: اسی طرح مہمان کو چاہیے کہ کسی کی دعوت بدون میزبان سے اجازت حاصل کیے ہوئے قبول نہ کرے۔

ادب۱۵: اسی طرح مہمان کو چاہیے کہ جہاں جائے میزبان سے اطلاع کر دے، تا کہ اس کو کھانے کے وقت تلاش میں پریشانی نہ ہو۔

ادب۱۶: کوئی حاجت لے کر کہیں جائے تو موقع پا کر فوراً اپنی بات کہہ دے انتظار نہ کرائے۔ بعضے آدمی پوچھنے پر تو کہہ دیتے ہیں کہ صرف ملنے آئے ہیں، جب وہ بے فکر ہو گیا اور موقع بھی نہ رہا، اب کہتے ہیں کہ ہم کو کچھ کہنا ہے تو اس سے بہت اذیت ہوتی ہے۔

ادب ۱۷: اسی طرح جب بات کرنا ہو سامنے بیٹھ کر بات کرے، پشت پر سے بات کرنے سے الجھن ہوتی ہے۔

ادب ۱۸: کوئی چیز کئی شخصوں کے استعمال میں آتی ہے تو جو شخص اس کو اٹھا کر کام لے، بعدِ فراغ جس جگہ سے اٹھائی تھی وہاں ہی رکھ دے، اس کا بہت اہتمام کرے۔

ادب ۱۹: بعض دفعہ کسی ایسے موقعہ پر جہاں ہر وقت چارپائی نہیں بچھی رہتی، سونے یا بیٹھنے کے لیے چارپائی بچھائی جاتی ہے۔ سو جب فارغ ہو جائے اس جگہ سے اٹھا کر کہیں ایک طرف رکھ دے تاکہ کسی کو تکلیف نہ ہو۔

ادب ۲۰: کسی کا خط جس کے تم مکتوب الیہ [جس کے نام خط لکھا گیا ہے] نہ ہو مت دیکھو، نہ حاضرانہ، جیسے بعضے آدمی لکھتے ہیں دیکھتے جاتے ہیں، اور نہ غائبانہ۔

ادب ۲۱: اسی طرح کسی کے سامنے کاغذات رکھے ہوں ان کو اٹھا کر مت دیکھو، شاید وہ شخص کسی کاغذ کو تم سے پوشیدہ کرنا چاہتا ہے گو وہ چھپا ہوا کیوں نہ ہو، کیونکہ بعض دفعہ وہ اس کو پسند نہیں کرتا کہ اس کاغذ کا اس شخص کے پاس ہونا تم کو معلوم ہو۔

ادب ۲۲: جو شخص کھانے کے لیے جارہا ہو یا بلایا گیا ہو اس کے ساتھ اس مقام تک مت جاؤ، کیونکہ صاحبِ خانہ [میزبان] شرما کر کھانے کی تواضع کرتا ہے اور دل اندر سے نہیں چاہتا۔ اور بعضے جلدی قبول کر لیتے ہیں تو صاحب خانہ کی بلا رضا کھانا کھایا، اور اگر قبول نہ کیا ہو تو صاحب خانہ کی سُبکی [رسوائی] ہے، پھر خود صاحب خانہ کا اوّل وہلہ [شروع] میں تردّد، یہ بھی مستقل ایذا ہے۔

ادب ۲۳: جب کسی شخص سے کوئی حاجت پیش کرنا ہو جس کو پہلے بھی ذکر کر چکا ہو، تو دوبارہ پیش کرنے کے وقت بھی پوری بات کہنا چاہیے۔ قرائن پر یا پہلی بات کے بھروسہ پر ناتمام بات نہ کہے، ممکن ہے مخاطب کو پہلی بات یاد نہ رہی ہو اور غلط سمجھ جائے یا نہ سمجھنے سے پریشان ہو۔

ادب ۲۴: بعضے آدمی پیچھے بیٹھ کر کھنکارا کرتے ہیں تاکہ کھنکارنے کی آواز سن کر یہ شخص ہم کو دیکھے اور پھر ہم سے بات کرے، سو اس حرکت سے سخت اذیت ہوتی ہے۔ اس سے تو یہی بہتر ہے کہ سامنے آبیٹھے اور جو کچھ کہنا ہو کہہ دے۔ اور مشغول آدمی کے ساتھ یہ بھی جب کرے کہ سخت ضرورت ہو ورنہ بہتر یہی ہے کہ اس کے فارغ ہونے تک ایسی جگہ بیٹھ جائے کہ اس کو اس کے آنے کی اطلاع بھی نہ ہو، ورنہ اس سے بھی احیاناً [بعض اوقات] پریشان ہوجاتا ہے، پھر جب یہ فارغ ہوجائے پاس آبیٹھے اور جو کچھ کہنا ہو کہہ سن لے۔

ادب ۲۵: جو آدمی تیزی کے ساتھ جارہا ہو راستہ میں اس کو مصافحہ کے لیے مت روکو کہ شاید اس کا کوئی حرج ہو، اسی طرح اس کو ایسے وقت میں کھڑا کرکے بات مت کرو۔

ادب ۲۶: بعضے آدمی مجلس میں پہنچ کر سب سے الگ الگ مصافحہ کرتے ہیں اگرچہ سب سے تعارف نہ ہو، اس میں بہت وقت صَرف ہوتا ہے اور فراغ تک تمام مجلس مشغول اور پریشان رہتی ہے، مناسب یہ ہے کہ جس کے پاس قصد کرکے آئے ہو اس کے مصافحہ پر کفایت کرو، البتہ اگر دوسروں سے بھی تعارف ہو تو مضائقہ نہیں۔

ادب ۲۷: اگر کہیں جائے اور صاحب خانہ سے کچھ حاجت یا فرمائش کرنا ہو، مثلاً کسی بزرگ سے کوئی تبرّک [برکت والی چیز] لینا ہو تو ایسے وقت میں اس کو ظاہر کردو اور درخواست کرو کہ اس شخص کو اس کے پورا کرنے کا وقت بھی ملے، بعضے آدمی عین رخصت ہونے کے وقت فرمائش کرتے ہیں تو اس میں صاحبِ خانہ کو بہت تنگی پیش آتی ہے، وقت تو محدود ہوتا ہے کیونکہ مہمان جانے پر تیار ہے اور ممکن ہے کہ اس محدود وقت کے اندر اس کو مہلت [موقع] نہ ہو کسی کام میں مشغول ہو، پس نہ تو اس کے کام کا حرج گوارا ہے، نہ اس درخواست کا رد کرنا گوارا ہے تو اس سے بہت تنگی پیش آتی ہے۔ تو ایسا کام کرنا جس سے دوسرے شخص کو تنگی ہو روا نہیں [درست نہیں]۔ اور تبرک مانگنے میں اس کا بھی لحاظ رکھو کہ وہ چیز ان بزرگ سے بالکل زائد ہو، ورنہ سہل [آسان] یہ ہے کہ چیز اپنے پاس سے یہ کہہ کر ان کو دے دو کہ آپ اس کا استعمال کرکے ہم کو دیجیے۔

ادب ۲۸: بعضے آدمی تھوڑی بات پکار کر کہتے ہیں اور تھوڑی بات بالکل آہستہ کہ بالکل سنائی نہ دے یا ناتمام سنائی دے، اور دونوں صورتوں میں ممکن ہے کہ سامع کو غلط فہمی یا تردّد و الجھن ہو اور دونوں کا نتیجہ ناگوار ہے، بات کے ہر جز کو بہت صاف کہنا چاہیے۔

ادب ۲۹: بات کو اچھی طرح توجہ سے سننا چاہیے، اور اگر کچھ شبہ رہے تو متکلّم سے فوراً دوبارہ تحقیق کرنا چاہیے، بے سمجھے محض اجتہاد [اپنی سوچ] سے عمل نہ کرے، بعض اوقات غلط فہمی کے ساتھ عمل کرنے سے متکلّم کو اذیت ہوتی ہے۔

ادب ۳۰: اگر کوئی اپنا مُطاع [جس کی فرماں برداری لازم ہے] کوئی کام بتلائے تو اس کو پورا کر کے ضرور اطلاع دینا چاہیے، اکثر اوقات وہ انتظار میں رہتا ہے۔

ادب ۳۱: کہیں مہمان جائے تو وہاں کے انتظامات میں مہمان ہونے کی حیثیت سے ہرگز دخل نہ دے، البتہ اگر میزبان کوئی خاص انتظام اسکے سپرد کردے تو اس کے اہتمام کا مضائقہ نہیں۔

ادب ۳۲: جب اپنے سے بڑے کیساتھ ہو بدون اسکی اجازت کے مستقل کوئی کام نہ کرنا چاہیے۔

ادب ۳۳: ایک نووارد [باہر سے آنے والے] شخص سے پوچھا گیا کہ تم کب جاؤ گے؟ اس نے جواب دیا: جب حکم ہو۔ اس پر تعلیم کی گئی کہ یہ مہمل [فضول] جواب ہے، مجھ کو کیا خبر کہ تمہاری کیا حالت ہے؟ کیا مصلحت ہے؟ کس قدر گنجائش وقت میں ہے؟ یوں چاہیے کہ جواب میں اپنے ارادہ سے اطلاع دے۔ اور اگر ایسا ہی ادب و اطاعت وتفویض [خود کو کسی کے تابع کردینا] کا غلبہ ہے تو بعد اطلاعِ ارادہ کے اتنا اور کہہ دے کہ میرا ارادہ تو اس طرح ہے آگے جس طرح حکم ہو۔ غرض ایسا جواب مت دو کہ پوچھنے والے پر بار [بوجھ] پڑے۔

ادب ۳۴: ایک طالب علم نے کسی کے لیے تعویذ دردِ زہ [بچہ پیدا ہونے کی تکلیف سے بچاؤ کا] مانگا، اس کو تعلیم کیا گیا کہ طالب علم کو دوسروں کے حوائجِ دنیویہ پیش نہ کرنا چاہیے، اگر کوئی شخص اس سے ایسی فرمائش کرے تو عذر کردے کہ ہم کو اس سے معاف کرو، خلافِ ادب ہے۔

ادب ۳۵: ایک طالب علم مہمان آئے جو پہلے بھی آئے تھے اور دوسری جگہ ٹھہرے تھے اور اب کی بار یہاں ٹھہرنے کے قصد سے آئے، مگر ظاہر نہیں کیا کہ اس دفعہ تمہارے پاس ٹھہرا ہوں اس لیے کھانا نہیں بھیجا گیا۔ بعد میں پوچھنے سے معلوم ہوا کھانا منگایا گیا اور ان کو فہمائش [تنبیہ] کی کہ ایسی حالت میں ازخود ظاہر کردینا چاہیے تھا، کیونکہ بے کہے کیسے معلوم ہو؟ اور بوجہ اس کے کہ پہلے اور جگہ قیام کیا تھا کیسے احتمال ہو کہ خود ہی پوچھ لیا جائے۔

ادب ۳۶: مہمان را با فضولے چہ کار [مہمان کو فضول باتوں سے کیا تعلّق] ایک مہمان نے دوسرے مہمان سے کہا تھا کہ کھانا تیار ہے۔ [جس کا اس کو کوئی حق نہ تھا، محض ناحق کہا]

ادب ۳۷: ایک مہمان صاحب نے میزبان کے خادم سے پانی یہ کہہ کر مانگا کہ پانی لاؤ، فرمایا کہ تحکّم [حکم] کا لہجہ ہرگز نہیں چاہیے یہ بداخلاقی ہے، یوں کہنا چاہیے کہ تھوڑا پانی دیجیے گا۔

ادب ۳۸: ہدیہ کے آداب میں یہ ہے کہ اگر کچھ درخواست کرنی ہو تو ہدیہ نہ دے، اس میں مُہدیٰ الیہ [جس کے لیے ہدیہ لایا ہے] کو یا تو مجبور ہونا پڑتا ہے یا ذلیل۔ اسی طرح ہدیہ سفر میں بعض اتنی مقدار میں دیتے ہیں کہ لے جانا زحمت ہوجاتا ہے، اگر ایسا شوق ہو مقامِ قیام پر پارسل [کاغذ یا کپڑا لپیٹ کر ڈاک یا ریل وغیرہ] کے ذریعہ سے بھیج دے۔

ادب ۳۹: (بدنی) خدمتِ شیخ پہلی ملاقات میں کرنا سخت بار معلوم ہوتا ہے، اگر شوق ہے پہلے بے تکلفی پیدا کرے۔

ادب ۴۰: اگر مجلس میں کوئی خاص گفتگو ہو رہی ہو تو نئے آنے والے کو یہ چاہیے کہ خواہ مخواہ سلام کر کے اپنی طرف متوجہ کرکے سلسلۂ گفتگو میں مزاحم [دخل انداز] نہ ہو، بلکہ چاہیے کہ چپکے سے نظر بچا کر بیٹھ جائے پھر موقعہ سے سلام وغیرہ کرسکتا ہے۔

ادب ۴۱: کھانے پر اصرار تکلّف کے ساتھ خلافِ مصلحت مہمان نہ چاہیے۔

ادب ۴۲: خواہ مخواہ پیٹھ کے پیچھے بیٹھنا سخت بار معلوم ہوتا ہے، تعظیم کیلئے ہر نشست و برخاست [اٹھنے بیٹھنے] کے موقعہ پر اکثر باوجود ضرورت اٹھنے سے مانع ہوتا ہے، نہیں چاہیے۔

ادب ۴۳: جہاں جس کا جوتا رکھا ہو اس کو ہٹا کر اپنا جوتا رکھ کر جگہ کر کے مسجد وغیرہ میں نہ جانا چاہیے، جہاں جس کا جوتا رکھا ہو وہ اسی کا حق ہے، وہیں آ کر دیکھے گا نہ ملے گا پریشان ہوگا ؎

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد

ادب ۴۴: وظیفہ پڑھتے وقت خاص طور سے قریب بیٹھ کر انتظار کرنا قلب کو متعلق کر کے وظیفہ کو مختل [خراب] کرتا ہے، البتہ اپنی جگہ بیٹھا رہے تو کچھ حرج نہیں۔

ادب ۴۵: بات ہمیشہ صاف اور بے تکلّف کہہ دے، تکلیف کی تمہید وغیرہ نہ کرے۔

ادب ۴۶: کسی کے توسط سے بلا ضرورت پیغام نہ پہنچائے، جو کچھ کہنا ہو خود بے تکلّف کہہ دے۔

ادب ۴۷: ہدیہ کے بعد فوراً ہدیہ دینے والے کے سامنے اس رقم کو چندۂ خیر میں بھی دینا دل شکنی [دل دکھانا] ہے، ایسے وقت میں دے کہ اس کو معلوم نہ ہو۔

ادب ۴۸: ایک دیہاتی کچھ باتیں کر رہا تھا بعض باتیں بے تمیزی کی بھی کرنے لگا، ایک شخص نے اہلِ مجلس میں سے اشارہ سے اس کو روک دیا، اس شخص کو سختی سے تنبیہ کی کہ تم کو اس کے روکنے کا کیا حق تھا؟ تم لوگوں کو مرعوب [خوف زدہ] کرتے ہو، میری مجلس کو فرعون کی مجلس بناتے ہو۔ اگر کہا جائے کہ بے تمیزی کرتا تھا سو بے تمیزی سے روکنے کے لیے خدا نے مجھ کو بھی زبان دی ہے، تم کیوں دخل دیتے ہو؟ اور اس دیہاتی سے کہا کہ جو کچھ کہنا ہے آزادی سے کہو۔

ادب ۴۹: اپنے بزرگ کے ساتھ اگر ان کے بعض متعلّقین کی بھی دعوت کرے تو خود ان سے نہ کہے کہ فلاں کو بھی لیتے آیئے، بعض اوقات یاد نہیں رہتا و نیز اپنا کام ان سے لینا خلافِ ادب بھی ہے، بلکہ ان سے اجازت لے کر اس متعلق سے خود کہہ دے اور اس متعلق کو بھی چاہیے کہ اپنے بزرگ سے پوچھ کر منظور کرے۔

ادب ۵۰: ایک شخص گلاس میں پانی لاتا تھا کبھی اپنے لیے پڑھواتا تھا کبھی کسی اور کے لیے مگر بدون پوچھے یہ نہیں بتلاتا تھا کہ اس وقت کس کے لیے پڑھواتا ہوں، اس کو فہمائش [تلقین] کی

گئی کہ مجھ کو علمِ غیب نہیں امتیاز کا اور کوئی قرینہ اصطلاحیہ [واضح اشارہ] بھی مقرر نہیں کیا گیا، تو ہر بار میں استفسار [پوچھنا] کا بار مجھ پر رکھنا یہ بھی خلافِ تہذیب ہے، گلاس رکھ کر ازخود یہ کہہ دیا کرو کہ فلاں شخص کے لیے پڑھوانا ہے۔

ادب ۵۱: بعض لوگ صرف اتنا کہتے ہیں کہ ایک تعویذ دے دو اور بدون پوچھے نہیں بتلاتے کہ کس بات کا، اس میں بھی تکلیف ہوتی ہے۔

ادب ۵۲: ایک شخص نے کچھ آٹا لا کر رکھ دیا کہ یہ لایا ہوں اور یہ نہیں کہا کس واسطے، اس کو واپس کر دیا کہ جب تک پیش کرنے کے ساتھ ازخود یہ نہ کہو گے کہ میرے واسطے لائے ہو یا مدرسہ کے لیے، اس وقت تک نہ لیا جائے گا۔

ادب ۵۳: استنجا خانہ کو جاتے ہوئے دیکھا کہ ایک طالب علم وہاں پیشاب کر رہا ہے، اس کے فارغ ہونے کے انتظار میں ذرا فاصلے سے آڑ میں کھڑا ہو گیا، جب زیادہ دیر ہو گئی تو سامنے ہو کر دیکھا تو وہ طالب علم صاحب پیشاب سے فارغ ہو کر استنجا خشک کرنے کے لیے بھی وہیں کھڑے ہیں، اس پر ان کو فہمائش کی گئی کہ اب اس جگہ کو محبوس [روکے رکھنے] کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ یہاں سے ہٹ کر استنجا خشک کرنا چاہیے تھا۔ بعضے لوگ لحاظ کے سبب اس جگہ کے خالی ہونے کے منتظر رہتے ہیں، دوسرے کے ہوتے ہوئے آتے ہوئے شرماتے ہیں۔

ادب ۵۴: ایک شخص کو دیکھا کہ استنجا سکھلاتا ہوا ایک عام گزرگاہ پر ٹہل رہا ہے، اس پر فہمائش کی کہ حتی الامکان لوگوں کی نظر سے چھپ کر استنجا سکھلانا چاہیے جس قدر بھی دوری ممکن ہو۔

ادب ۵۵: مجھ کو مدرسہ کی ایک کتاب کی ضرورت ہوئی جو میرے ایک دوست کے پاس امانت تھی وہ اس وقت موجود نہ تھے، میں نے ان کے بیٹھنے کی جگہ اس کی تلاش کرائی نہ ملی، خود دیکھنے اٹھا نہ ملی۔ دفعۃً کسی کی نظر پڑی کہ اسی جگہ ایک طالب علم صاحب وہاں ہی بیٹھے تکرار کسی کتاب کا کر رہے ہیں اور سر کے نیچے بطور تکیہ کے وہ مدرسہ کی کتاب رکھ چھوڑی ہے جو ان کی کتاب کے نیچے ہونے کی وجہ سے نظر نہیں آتی، دفعۃً وہ پہچانی گئی تب وہ ملی، ان طالب علم صاحب کو ملامت کی گئی کہ بلا اطلاع کسی کی چیز کا استعمال کرنا اوّل تو ناجائز ہے، دوسرے اس میں یہ

خرابی ہے کہ تمہاری بدولت اتنی دیر تک کئی آدمی پریشان رہے، ایسی حرکتیں مت کیا کرو۔

ادب ۵۶: کوئی اپنا بزرگ کسی کام کی فرمائش کرے تو اس کو انجام دے کر اطلاع بھی دینا چاہیے تاکہ اس بزرگ کو انتظار سے انتشار [پریشانی] نہ ہو۔[1]

ادب ۵۷: پنکھا جھلنے والوں کو کئی رعایت رکھنے کے لیے کہا گیا:

اوّل تو یہ کہ پہلے پنکھے کو ہاتھ سے یا کپڑے سے خوب جھاڑو، کیونکہ بعض اوقات پنکھے کے فرش پر پڑے رہنے سے اس میں کچھ گرد وغبار، کبھی کوئی باریک سا ریزہ مٹی کا، یا چونے کا، یا کنکر کا لگا رہتا ہے اور حرکت دینے سے وہ آنکھ وغیرہ میں جا پڑتا ہے جس سے تکلیف ہوتی ہے۔

دوسرے ہاتھ ایسے انداز سے رکھو کہ نہ تو سر وغیرہ میں لگے اور نہ اس قدر اونچا رہے کہ ہوا ہی نہ لگے، اور ایسے زور سے بھی مت جھلو جس سے دوسرا پریشان ہو۔

تیسرے اس کا خیال رکھو کہ کسی پاس بیٹھے ہوئے آدمی کو ایذا نہ ہو، مثلاً پنکھا اس کے منہ سے اڑا دیا جائے، یا دیوار کی طرح اس کے سامنے بطور آڑ کے ہو جائے۔

چوتھے جب مخدوم اٹھنے کو ہو تو خیال رکھو کہ پہلے ہی پنکھا ہٹا لو تاکہ لگ نہ جائے۔

پانچویں اگر کوئی کاغذ وغیرہ نکالنے لگیں تو پنکھا روک لو، مشین کی طرح تار نہ باندھ دو۔

ادب ۵۸: بعض طبائع [طبیعتوں] پر ایسے شخص سے ہدیہ لینا گراں [بھاری] گزرتا ہے جن کی کوئی حاجت ان سے متعلق ہو، مثلاً دعا کرانا، کوئی تعویذ لینا، سفارش کرانا، مرید ہونا وشل ذلک، سو اس کی بہت احتیاط رکھے۔ ہدیہ تو محض محبّت سے ہونا چاہیے جس میں کوئی غرض نہ ہو، اگر کوئی حاجت ہی ہو تو اس کے ساتھ نہ ملائے بلکہ حاجت پیش کرے تو یہ شبہ نہ ہو کہ وہ ہدیہ اس واسطے دیا تھا، اور جب ہدیہ پیش کرے تو یہ شبہ نہ ہو کہ کسی حاجت کے لیے دیا ہے۔

ادب ۵۹: ایک صاحب تو میرے لیے قبل از نمازِ صبح اس خیال سے کہ میں گھر سے آکر وضو کروں گا، لوٹا پانی کا بھر کر اور اس پر مسواک رکھ کر رکھ دیا۔ جب میں مسجد میں آیا تو اتفاق

[1] اس نمبر اور نمبر ۳۰ کا مضمون ایک ہے بظاہر یہ تکرار سہواً ہوا ہے۔ (محمد شفیع)

سے مجھ کو وضو تھا سیدھا مسجد میں چلا گیا، مگر مسجد میں پہنچ کر اتفاق سے بلا قصد اس لوٹے پر نظر پڑی، اپنی مسواک پہچان کر سمجھا کہ یہ لوٹا میرے لیے رکھا گیا ہے، میں نے تحقیق کی کہ کس نے رکھا ہے؟ بہت تشویش کے بعد رکھنے والے نے خود ظاہر کیا۔ میں نے اس وقت مجملاً [اختصار کے ساتھ] اور نماز پڑھ کر مفصّلاً [تفصیل کے ساتھ] ان صاحب کو فہمائش کی کہ دیکھو! تم نے محض احتمال پر کہ شاید میں وضو کروں لوٹا بھر کر رکھ دیا اور یہ احتمال نہ ہوا کہ شاید وضو ہو۔ چنانچہ وہ تمہارا احتمال واقع میں غلط نکلا اور یہ دوسرا احتمال واقع ہوا، تو اس صورت میں اگر اتفاق سے میری نظر لوٹے پر نہ پڑتی اور رکھنے والے خود بھی غائب تھے تو یہ لوٹا یوں ہی بھرا ہوا رکھا رہتا اور کوئی برت [استعمال کر] نہ سکتا۔ اوّل تو اس کے بھرے ہونے کی وجہ سے کہ یہ قرینہ ہے کہ کسی نے اپنے لیے رکھا ہے، اور دوسرے اس پر مسواک رکھے رہنے کے سبب سے کہ یہ تو عادتاً قرینہ قطعیّہ ہے دوسروں کو استعمال سے روکنے کا۔ پس جب اس کو کوئی نہیں خرچ کر سکتا تو تم نے ایسی چیز کو بلا ضرورت محبوس کیا جسکے ساتھ نفعِ عام متعلق ہے جو کہ اس کی وضع و نیتِ واقف کے خلاف ہے، تو یہ کیسے جائز ہوسکتا ہے؟ یہ لوٹے کے متعلق ہوا۔ اب مسواک رہی سو تم نے بلا ضرورت اس کو محفوظ جگہ سے ہٹا کر ایک غیر محفوظ جگہ میں رکھ دیا اور چونکہ اس کا انتظام نہیں کیا گیا کہ رکھنے کے بعد اس کی نگرانی بھی کی جائے کہ بعد فراغ اس کو پھر پہلی جگہ رکھ دیا جائے، کیونکہ لوٹے پر رکھ کر بزعمِ خود [اپنے خیال کے مطابق] یقین کر لیا گیا کہ فلاں شخص اس کو استعمال کرے گا اور استعمال کرکے اٹھا کر بھی رکھ دے گا، تو اس لیے اس کو ضیاع [ہلاکت] کے خطرہ میں ڈال دیا، تمہاری یہ خدمت اتنے ناجائز امور اور کلفتوں [تکالیف] کا سبب ہوئی آئندہ سے کبھی ایسا مت کرو۔ یا تو اجازت لے کر ایسا کرو یا جس وقت دیکھو کہ وضو کے لیے آمادہ ہے اس وقت مضائقہ نہیں، ورنہ بے قاعدہ خدمت سے بجائے راحت کے اور الٹی کوفت ہوتی ہے۔

لطیفہ: یہی حال ہے بدعات [دین میں اپنی طرف سے ایجاد کردہ اُمور] کا کہ صورت ان کی طاعت کی ہے جیسے یہ صورتِ خدمت تھی، مگر اس میں مفاسد مخفی و مضمر [پوشیدہ] ہوتے ہیں

جن کو کم فہم نہیں جانتے، جیسے اس خدمت میں باریک خرابیاں تھیں جن کو خدمت کرنے والے نے نہ جانا۔

ادب ۶۰: ایک طالب علم نے مدرسہ ہی میں ایک رقعہ میں حاجت کپڑے کی لکھوا کر دوسرے طالب علم کے ہاتھ بھیجا، درخواست کنندہ [درخواست کرنے والے] کو بلا کر اس کی وجہ پوچھی گئی، اس نے بیان کیا کہ مجھ کو کوئی کام نکل آیا تھا اس لیے دوسرے کے ہاتھ بھیج دیا، اس پر فہمائش کی گئی کہ ایک تو اس میں قلّتِ ادب [بے ادبی] ہے کہ باوجود ہر وقت ایک جگہ رہنے کے محض بسبب ایک کام نکل آنے کے، نہ کہ بسبب خجالت وحیا کے (کہ وہ بھی ایک درجہ میں عذر ہوتا ہے) خود آ کر استدعا [درخواست] نہیں کی دوسرے کے ہاتھ پیام بھیجا جو کہ مساوات [برابری] کے درجہ میں ہوتا ہے۔ دوسرے اس میں بے رغبتی کی صورت ہے کہ بیگار سی ٹال دے۔ تیسرے اس میں دوسرے سے خدمت لینا ہے، ابھی سے مخدومیت سیکھتے ہو۔ اور یہ بھی کہا کہ اس بے تمیزی کی سزا یہ ہے کہ چار روز کے لیے یہ درخواست واپس کرتا ہوں پھر اپنے ہاتھ سے دینا، چنانچہ چوتھے روز پھر اپنے ہاتھ سے درخواست دی اور خوشی سے لے لی گئی۔

ادب ۶۱: چند مواقع پر کئی شخصوں کو فہمائش کی گئی کہ بات بہت صاف لفظوں میں کہو کہ سمجھنے میں غلطی نہ ہو۔

ادب ۶۲: آج کل کی سفارش جبر واکراہ [زبردستی] ہے کہ اپنے اثر سے دوسروں پر زور ڈالتے ہیں جو شرعاً جائز نہیں، اگر سفارش کرو تو اس طرح سے کہ مخاطب کی آزادی میں ذرہ برابر خلل نہ پڑے وہ جائز بلکہ ثواب ہے۔

ادب ۶۳: اسی طرح کسی کی وجاہت سے کام نکالنا، مثلاً کسی بڑے آدمی سے قرابت [تعلّق] ہے اور اس کے کسی معتقد یا اثر ماننے والے کے پاس اپنی کوئی حاجت لے جائے اور قرائن سے معلوم ہو کہ وہ بطیبِ خاطر [خوش دلی سے] اس حاجت میں سعی نہ کرے گا، بلکہ محض اس بڑے آدمی کے تعلّق اور اثر سے کہ بے توجہی میں وہ ناراض نہ ہو جائے، تو اس طرح سے کام نکالنا یا کام کی فرمائش کرنا حرام ہے۔

ادب ۶۴: ایک شخص نے تعویذ مانگا اس کو ایک وقتِ معین پر آنے کو کہہ دیا، وہ دوسرے وقت آیا اور آکر تعویذ مانگا اور کہا کہ مجھ کو تم نے بلایا تھا، آیا ہوں اور یہ نہیں ظاہر کیا کہ کس وقت بلایا تھا۔ میں نے پوچھا کہ بھائی کس وقت آنے کو کہا تھا؟ تب اس نے وقت بتلایا، میں نے کہا کہ اب تو دوسرا وقت ہے، جس وقت بلایا تھا اس وقت آنا چاہیے تھا، اس نے کسی کام کا عذر کیا۔ میں نے کہا کہ جس طرح تم کو اس وقت عذر تھا ہم کو اس وقت عذر ہے، اب یہ کیسے ہو کہ ہر وقت ایک ہی کام کے لیے بیٹھا رہوں اپنا کوئی کام نہ کروں۔

ادب ۶۵: ایک طالب علم نے دوسرے طالب علم کے ذریعہ سے ایک مسئلہ دریافت کیا اور خود پوشیدہ سننے کھڑا ہوگیا، اتفاقاً میں نے دیکھ لیا، پاس بلاکر دھمکا کر سمجھایا کہ چوروں کی طرح چھپ کر سننے کے کیا معنی؟ کیا کسی نے یہاں آنے سے منع کیا ہے؟ اور اگر شرم آتی تھی تو اپنے فرستادہ [قاصد] سے جواب پوچھ لیتے، چھپ کر کسی کی باتیں سننا عیب اور گناہ کی بات ہے، کیونکہ ممکن ہے کہ متکلّم کوئی ایسی بات کرے جس کو مختفی [چھپنے والے] سے مخفی کرنا چاہے۔

ادب ۶۶: ایک شخص فرشی پنکھا کھینچنے لگے، میں کسی کام کو اٹھنے لگا تو انہوں نے پنکھے کی رسی اپنی طرف زور سے کھینچ لی تاکہ پنکھا میرے سر میں نہ لگے۔ میں نے سمجھایا کہ ایسا مت کرو، اگر میں پنکھے کی جگہ خالی دیکھ کر اسی جگہ کھڑا ہو جاؤں اور اتفاق سے رسی تمہارے ہاتھ سے چھوٹ جائے تو پنکھا سر میں آکر لگے، بلکہ یہ چاہیے کہ رسی بالکل چھوڑ دو تاکہ پنکھا اپنی جگہ آکر مستقر ہو جائے [رک جائے]، پھر اٹھنے والا خود سنبھل کر اٹھ جائے۔

ادب ۶۷: مہمان کو چاہیے کہ اگر مرچ کم کھانے کا عادی ہو یا پرہیزی کھانا کھاتا ہو تو پہنچتے ہی میزبان سے اطلاع کردے۔ بعض لوگ جب کھانا دسترخوان پر آجاتا ہے اس وقت نخرے پھیلاتے ہیں۔

ادب ۶۸: دسترخوان پر بعض اوقات شکر [چینی] بھی ہوتی ہے، اس وقت بعض خادم اس طرح پنکھا جھلتے ہیں کہ شکر برتن سے اڑنے لگتی ہے، اور بعض اوقات اس برتن سے جب چمچہ میں لیتے ہیں تو چمچہ میں سے اڑنے لگتی ہے۔ سو خادم کو ان باتوں کی تمیز چاہیے۔

ادب ۶۹: بھائی کے گھر سے ایک بند خط میرے پاس اپنے کارندہ [ملازم] کے ہاتھ بھجوایا گیا تاکہ اس کو ڈاک میں چھوڑ دیا جائے اور میں ہی اس کی فرمائش کر آیا تھا کیونکہ اس خط کا مجھ سے تعلّق تھا۔ راہ میں کارندہ نے دیکھا کہ اس وقت ڈاک لے کر ہرکارہ [ڈاکیا] اسٹیشن جاتا ہے، کارندہ صاحب نے یہ خیال کر کے کہ ڈاک خانہ میں جانے سے کل نکلے گا اس ہرکارہ کو دے دیا کہ آج ہی روانہ ہو جائے گا، کیونکہ ہرکارہ ریل کے سب پوسٹ ماسٹر کو دے گا۔ اب میں اس کا منتظر کہ بھائی کے گھر والے میرے پاس خط بھیجیں گے، جب وہ خط نہ آیا تو میں نے تحقیق کی تو اس وقت یہ سب قصّہ معلوم ہوا۔ میں نے کارندہ صاحب کو بلا کر فہمائش کی کہ تم نے امانت میں بلا اِذن [بغیر اجازت] کے کیسے تصرّف کیا؟ تم کو کیا معلوم کہ میرے پاس بھیجنے میں کیا مصلحت تھی؟ اور تم کو کیا معلوم کہ ڈاک خانہ کے ذریعہ سے بھیجنے کو ہرکارہ کے ہاتھ بھیجنے پر کس مصلحت سے ترجیح دیتا؟ تم نے اپنے اجتہادِ فاسد [غلط سوچ] سے یہ سب مصلحتیں برباد کیں، تم کو دخل دینا کیا ضرور تھا؟ تمہارا کام صرف اس قدر تھا کہ وہ خط میرے پاس پہنچا دیتے، کارندہ نے معذرت کی کہ آئندہ ایسا نہ ہوگا۔

ادب ۷۰: ایک طالب علم بازار میں جانے کی اجازت لینے کے لیے آیا اور کھڑا ہو گیا، میں کسی بات میں مشغول ہو گیا، وہ میرے انتظارِ فراغ میں کھڑا رہا اور مجھ کو اس کا کھڑا ہونا بوجہ صورتِ تقاضہ کے بار معلوم ہوا، میں نے سمجھایا کہ اس سے طبیعت تنگ ہوتی ہے، تم کو چاہیے تھا کہ جب مشغول دیکھا تھا بیٹھ جاتے اور جب فارغ دیکھتے گفتگو کرتے۔

ادب ۷۱: ایک مہمان نے بقصد ہدیہ دینے کے دو روپے میرے قلم دان [قلم دوات وغیرہ رکھنے کا چھوٹا بکس] میں رکھ دیئے اور مجھ کو خبر نہیں کی، میں نمازِ عصر کو اٹھا قلم دان وہیں رکھا رہا، نماز کے بعد کسی ضرورت سے قلم دان منگایا تو اس میں روپے دیکھے، پوچھا گیا تو کسی قدر توقف سے ان صاحب نے اس کی اطلاع کی۔ میں نے وہ روپے یہ کہہ کر واپس کر دیئے کہ جب تم کو ہدیہ دینا نہیں آیا تو ہدیہ دینا ہی کیا ضرور، کیا یہی طریقہ ہے دینے کا؟

اوّل تو ہدیہ دیتے ہیں راحت و مسرت پہنچانے کو، اور جب کہ اس کی تحقیقات میں اس قدر

پریشانی ہوئی تو اس کی غرض ہی فوت ہوگئی۔

دوسرے اگر قلم دان میں سے کوئی لے جاتا جس کی نہ تم کو خبر ہوتی اور نہ مجھ کو، تو تم اس گمان میں رہتے کہ ہم نے دو روپے دیئے اور میں اس سے ذرا بھی منتفع [فائدہ اٹھانے والا] نہ ہوتا تو مفت کا احسان ہی میرے سر پر رہتا۔

تیسرے اگر کوئی لے بھی نہ جاتا اور میرے ہی ہاتھ آتے، تب بھی مجھ کو یہ کیسے معلوم ہوتا کہ یہ کس نے دیئے اور کس کو دیئے۔ اور جب نہ معلوم ہوتا تو چند روز امانت رکھنے پر مجھ کو بار ہوتا، پھر لقطہ [گم شدہ چیز] کی مد میں صرف کردیا جاتا، یہ ساری مصیبت تکلّف کی ہے۔ سیدھی بات تو یہ ہے کہ جس کو دینا ہو اس کے ہاتھ میں سپرد کردے، اور اگر مجمع سے لحاظ معلوم ہو تو تنہائی میں دے دے، اور اگر تنہائی میسّر نہ ہو تو کہہ دے کہ میں تنہائی میں کچھ کہوں گا، پھر تنہائی ہو تو دے دے، اور مہدیٰ الیہ کو مناسب ہے کہ اس ہدیہ کو ظاہر کردے خواہ مُہدِی کے ہوتے ہوئے، خواہ اس کے چلے جانے کے بعد جب کہ اس کے شرمانے کا احتمال ہو۔

ادب۷۲: ایک سفر میں ایک موضع [جگہ] میں لوگوں نے بلایا، وہاں سے جب رخصت ہوکر چلنے لگا تو گاؤں والوں نے چاہا کہ تھوڑا تھوڑا سب یکجا جمع کرکے کچھ ہدیہ پیش کریں۔ مجھ کو اطلاع ہوئی، میں نے منع کردیا کہ ایسی حرکت ہرگز نہ کریں۔ اس میں ایک خرابی تو یہ ہے کہ بعض اوقات تحریک کرنے والے (لوگوں کو کسی کام پر اُبھارنے والے) اس کا لحاظ نہیں کرتے کہ مخاطب طیبِ خاطر سے دے رہا ہے یا محرّک کے الفاظ سے۔ دوسرے اگر طیبِ خاطر کی بھی رعایت کرلی تب بھی جو مصلحت ہے ہدیہ میں کہ باہم محبّت بڑھے، جب یہی پتہ نہ لگا کہ کس نے کیا دیا ہے تو وہ مصلحت مرتب نہ ہوئی۔ تیسرے بعض اوقات کسی عذر سے بعض ہدایا کا قبول کرنا خلافِ مصلحت ہوتا ہے اور اس عذر کی تحقیق مُہدِی ہی سے ہوسکتی ہے۔ سو مجتمع ہدایا میں یہ تحقیق بھی دشوار ہے، اس لیے جس کو دینا ہو وہ اپنے ہاتھ سے اس کو دے، یا بلاتحریک بطورِ خود کسی اپنے معتمد کے ہاتھ بھیجے یا ہدیہ کے ساتھ مُہدِی کا رقعہ ہو۔

ادب۷۳: ایک سفر میں بعض لوگ اپنے مکان پر لے جاکر ہدیہ دینے لگے، ان کو سمجھا دیا گیا

کہ ایسا کرنے سے دیکھنے والے گھر لے جانے کے واسطے اس کو لازم سمجھیں گے تو غربا بلا کر تردّد میں پڑیں گے یا نہ بلانے کی حسرت ہوگی، جس کو کوئی چیز دینا ہو میری فرودگاہ [قیام گاہ] پر آکر گفتگو کرو تا کہ میری آزادی میں خلل نہ پڑے۔

ادب ۷۴: ایک شخص سہارنپور سے جمعہ کے روز بارہ بجے دن کی گاڑی میں آئے، ایک عزیز نے ان کے ہاتھ کچھ برف بھیجا تھا۔ وہ مدرسہ میں ایسے وقت پہنچے کہ طلبہ جمعہ میں نہ گئے تھے۔ وہ شخص برف ایک طباق [تھال] میں رکھ کر جامع مسجد چلے گئے، بعدِ جمعہ ایک دوست جن سے میں نے وعظ کی درخواست کی تھی وعظ کہنے لگے، چونکہ وہ مجھ سے شرماتے تھے میں مدرسہ میں چلا آیا۔ وہ شخص وعظ میں شریک رہے، بہت دیر کے بعد مدرسہ میں آئے اور اس وقت وہ برف پیش کیا جو ایک رومال میں لپٹا ہوا تھا۔ اول تو یہی بات نامناسب معلوم ہوئی، برف کے ساتھ کمبل یا ٹاٹ یا برادہ [لکڑی کا چورہ] لاتے، مگر یہ فعل دوسرے کا تھا اور ان کے اختیار سے باہر تھا، لیکن جو کام ان کے کرنے کا تھا انہوں نے اس میں بھی کوتاہی کی۔ یعنی اوّل تو آتے ہی برف گھر پہنچاتے، اگر یہ کسی وجہ سے ذہن میں نہیں آتا تھا تو بعد نماز فوراً آجاتے اور اگر آنے کو جی نہیں چاہتا تھا تو جب میں آنے لگا تھا تو اس وقت مجھ سے اس کی اطلاع کردیتے میں اس کو لے لیتا۔ اب دو گھنٹہ کے بعد آکر سپرد کیا جو قریب کُل کے گُھل گیا، برائے نام تھوڑا باقی رہ گیا۔ مجھ کو تمام قصّہ معلوم ہوا تو میں نے فہمائش بھی کی اور چونکہ میری رائے میں باقتضائے خصوصیّت ان کی طبیعت کے خالی فہمائش ناکافی ہوئی، اس لیے میں نے اس کے لینے سے انکار کردیا تا کہ ان کو ہمیشہ یاد رہے۔ وہ بہت پریشان ہوئے، میں نے کہا کہ تم نے ایک شخص کی امانت ضائع کی، اور جب ضائع ہوگئی اب مجھ کو دینا چاہتے ہو؟ بلاوجہ احسان لینا نہیں چاہتا۔ اب اس بقیہ کو آپ ہی خرچ کرو۔ تم کو یا تو امانت نہ لینا چاہیے تھا اور اگر لی تھی تو اس کا حق پورا پورا ادا کرنا چاہیے تھا۔

ادب ۷۵: میں صبح کو صحرا سے مدرسہ میں آیا اور سہ دری [تین دروازوں والے کمرے] میں آکر بیٹھا، وہاں ایک عزیز سوتے تھے، میں آہستہ سے بیٹھ گیا۔ ڈاک لے جانے والا دکھلانے

کے لیے روانگی کے خطوط لایا، میں نے دیکھ کر لے جانے کے لیے حوالے کر دیئے تو اس نے ٹین [لوہے کی چادر سے بنے ڈبے] کے تلکے میں جو اسی کام کے لیے موضوع ہے، زور سے خط چھوڑے جس سے کارڈ اس سے لگ کر بولے، میں نے فہمائش کی کہ سوتے ہوئے کی رعایت کرنا چاہیے۔

ادب ۷۶: عشا کی نماز کے بعد میں مسجد میں اتفاقاً لیٹ گیا، ایک شخص مسافر ناآشنا [اجنبی] سا آکر پاؤں دبانے لگے، مجھ پر بار ہوا، پوچھا کون؟ انہوں نے اپنا نام اور پتہ بتلایا مگر میں نے نہیں پہچانا۔ میں نے پاؤں دبانے سے روک دیا اور کہا اول ملاقات کرنا چاہیے، پھر اجازت لے کر خدمت کا مضائقہ نہیں ورنہ خدمت سے گرانی ہوتی ہے۔ اور اگر مقصود اس سے ملاقات ہی ہے تو ملاقات کا یہ طریقہ نہیں، پھر میں نے سمجھا دیا کہ اب عشا کے بعد آرام کا وقت ہے کہ تم بھی آرام کرو، صبح کو ملنا، چنانچہ صبح ملے اس وقت پھر اچھی طرح سمجھا دیا۔

ادب ۷۷: ایک صاحب نے خط میں بعض مضامین جواب طلب لکھے اور اس میں یہ بھی لکھ دیا کہ پانچ روپے کا منی آرڈر بھیجتا ہوں۔ اس مضمون کی وجہ سے اس کے انتظار میں اس خط کا جواب نہ گیا کہ وصول ہونے کے بعد ساتھ ہی ساتھ رسید بھی لکھ دی جائے گی۔ اس میں کئی روز گزر گئے اور معلوم نہیں کیا سبب روپیہ وصول نہ ہوا اور دوسرے مضامین کے سبب قلب پر تقاضہ جواب کا ہوتا تھا، کئی روز یہی کشمکش وانتظار رہا، آخر ان کو لکھا گیا کہ یا تو خط میں اس کی اطلاع نہ دینا تھی یا اور کچھ جواب طلب مضامین نہ لکھنے تھے۔

ادب ۷۸: ایک صاحب اپنے لڑکے کو ساتھ لائے اور ایک مکتب کی شکایت کی کہ اس کے مہتمم نے میرے لڑکے کو نکال دیا، بندہ نے نرمی سے سمجھا دیا کہ میرا اس مکتب میں کوئی دخل نہیں۔ کہنے لگے کہ میں نے سنا تھا کہ تم اس کے سرپرست ہو، میں نے کہا کہ البتہ وہاں کی تنخواہ میری معرفت دی جاتی ہے، باقی انتظامی امور میں میرا کچھ دخل نہیں۔ وہ پھر اس مہتمم کی شکایت کرنے لگے، میں نے کہا: اس تذکرہ کا کوئی نتیجہ نہ ہوا، اس سے کیا فائدہ بجز غیبت سنانے کے؟ تھوڑی دیر کے بعد رخصت ہونے لگے اور وداعی مصافحہ کرتے وقت پھر کہا کہ اس مہتمم نے

بڑی زیادتی کی کہ میرے لڑکے کو خارج کردیا، چونکہ میں مناسب تصریح کے ساتھ اصل حقیقت ظاہر کرکے ان کو اس شکایت سے منع کرچکا تھا ان کی اس مکرّر سہ کرّر شکایت سے مجھ کو برہمی ہوئی اور میں نے ان سے تیزی کے ساتھ باز پرس کی کہ افسوس! باوجود اس تمام تر اہتمام کے پھر وہی بات کی جو طبیعت کے خلاف اور محض بے نتیجہ، انہوں نے کچھ تاویلیں [ظاہری مطلب سے بات کو بدل] کرنا چاہیں مگر سب لغو [بے کار] اسی حالت سے ان کو رخصت کیا۔

ادب ۷۹: ایک صاحب جو پہلے مل چکے تھے عشا کے بعد جس جگہ بیٹھا ہوا کچھ پڑھ رہا تھا ادھر کو آنے لگے، اور ذرا رک رک کر اور مجھ کو دیکھ دیکھ کر آتے تھے جس سے معلوم ہوتا تھا کہ میرے پاس آنا چاہتے ہیں مگر انتظارِ اجازت میں رکتے ہیں۔ ایک تو عشا کے بعد کا وقت ملنے ملانے کا نہیں ہوتا خاص کر جو شخص کہ پہلے مل چکا ہو، پھر جب کہ معلوم ہو کہ کوئی کام نہیں محض مجلس آرائی و دربارداری [خوشامد] ہی غرض ہے جیسا کہ اکثر کی عادت ہے۔ پھر وظیفہ میں دوسری طرف متوجہ ہونا گراں گزرتا ہے بالخصوص بلاضرورت، پھر طلب اجازت کی صورت سے تقاضہ ہوتا ہے کہ کچھ بولو، یہ سب امور جمع ہوکر ناگواری بڑھی، آخر وظیفہ چھوڑ کر کہنا پڑا کہ صاحب! یہ وقت پاس بیٹھنے کا نہیں ہے۔ کہنے لگے: میں تو پانی پینے جارہا تھا، اس پر اور زیادہ ناگواری ہوئی کہ اوپر سے بات بناتے ہیں، مگر انہوں نے کہا کہ واقعی پانی پینے جارہا تھا، میں نے کہا کہ پھر ایسی ہیئت کیوں اختیار کی جس سے پورا شبہ ہو؟ اور دوسری طرف سے اور بے رکے جانا چاہیے تھا۔

ادب ۸۰: ایک طالب علم مثلاً زید نے مجھ سے اجازت چاہی کہ فلاں طالب علم مثلاً عمرو کے ساتھ شام کو جنگل چلا جایا کروں، اور اس طالب علم یعنی عمرو کے ساتھ ایک اور طالب علم کم عمر مثلاً بکر پہلے باجازت استاد کے جایا کرتا تھا اور زید کا اجتماع بکر کے ساتھ ہم لوگوں کے نزدیک خلافِ مصلحت تھا، تو زید کے ذمہ لازم تھا کہ اس کی اجازت مانگنے کے وقت یہ بھی ظاہر کرتا کہ اس کے ساتھ بکر بھی جاتا ہے تاکہ پورے واقعہ پر نظر کرکے رائے قائم کی جاتی، مگر نہیں معلوم قصداً یا لاپرواہی سے اسکا اخفا کیا [چھپایا] سو اگر مجھ کو احتمال نہ ہوتا تو صرف مضمونِ درخواست

میں کسی مانع کے نہ ہونے سے میں ضرور اجازت دیتا اور یہ بہت بڑا دھوکہ ہوتا، مگر اتفاق سے مجھ کو یہ بات معلوم تھی اس لیے مجھ کو یاد آ گیا اور پوچھا کہ عمرو کے ساتھ کوئی اور بھی جاتا ہے؟ کہا کہ بکر جاتا ہے، میں نے پوچھا کہ پھر تم نے اس کا ذکر کیوں نہیں کیا؟ دھوکہ دینا چاہتے تھے اور میں نے اس کوتاہی پر سخت ملامت کی اور سمجھایا کہ خبردار! جس کو اپنا بڑا اور خیر خواہ سمجھتے ہیں ان کے ساتھ ایسا معاملہ ہرگز نہ کرنا چاہیے۔

ادب ۸۱: ایک طالب علم سے ایک ملازم کی نسبت دریافت کیا کہ کیا کر رہا ہے؟ اس نے کہا کہ سو رہا ہے، بعد میں معلوم ہوا کہ اپنی کوٹھڑی میں جاگتا تھا، اس پر اس طالب علم کو فہمائش کی کہ اول تو محض تخمین [اندازہ] پر ایک بات کو تحقیقی سمجھنا یہ غلط ہے۔ اگر خود اس کو غیر تحقیقی سمجھتے تھے تو مخاطب پر اسکے تخمینی ہونے کو ظاہر کرنا چاہیے تھا، یوں کہتے کہ شاید سو رہے ہوں، اور یہ بھی علٰی سبیل التنزیل [آخری درجے میں] کہا جاتا ہے، ورنہ اصل جواب تو یہ ہے کہ معلوم نہیں دیکھ کر بتلاؤں گا، پھر تحقیق کر کے صحیح جواب دیتے۔

دوسرے اس میں یہ خرابی ہے کہ اگر مجھ کو اس کا جاگنا بعد میں معلوم نہ ہوتا اور اسی خیال میں رہتا کہ وہ سوتا ہے تو بعض اوقات بلکہ مجھ کو تو بہت اوقات ایسے موقع پر یہی خیال ہوتا ہے کہ سوتے آدمی کو جگانا بے آرام کرنا بدون ضرورت کے بے رحمی ہے اور اسی خیال سے نہ جگاتا۔ اور ممکن ہے کہ اس وقت اس سے کسی ضروری کام میں حرج ہو جاتا گو وہ ضرورت شدت کے درجہ تک نہ ہوتی، مگر اس حرج کو اس لیے گوارا کر لیا جاتا کہ سوتے کو جگانا اس سے زیادہ ناگوار تھا، پھر جب بعد میں معلوم ہوتا کہ وہ سوتا نہ تھا اب اس میں حرج کی ناگواری کا اثر قلب پر ہوتا اور اس راوی پر غصّہ آتا، تو یہ تمام تر پریشانیاں بدولت اس کے ہوتیں کہ بلا ضرورت ایک بات کہہ دی تھی، اس کی ہمیشہ احتیاط رکھنی چاہیے۔

مرقومۂ ایک طالب علم و اصلاح دادۂ مؤلّف

ادب ۸۲: ایک شخص آئے، دریافت فرمایا: کیسے تشریف لائے؟ کچھ فرمانا ہے؟ جواب میں کہا کہ جی نہیں! ویسے ہی ملاقات کیلئے حاضر ہوا تھا، جب جانے لگے مغرب کے بعد فرض و سنت

کے درمیان میں تعویذ کی فرمائش کی۔ فرمایا: ہر کام کے واسطے ایک موقع اور محل ہوتا ہے، یہ وقت تعویذ کا نہیں۔ جب آپ تشریف لائے تھے تو میں نے استفسار کیا تھا، آپ نے فرمایا تھا کہ ویسے ہی ملاقات کے واسطے آیا ہوں۔ اب اس وقت یہ فرمائش کیسی؟ اسی وقت پوچھنے کے ساتھ ہی آپ کو فرمائش کرنا چاہیے تھا۔ لوگ اس کو ادب سمجھتے ہیں، میرے نزدیک یہ بڑی بے ادبی ہے۔ اس کے معنی تو یہ ہیں کہ دوسرا شخص ہمارا نوکر ہے کہ جس وقت چاہیں فرمائش کریں، اس کی تعمیل [حکم بجا آوری] ہونا چاہیے۔ اب آپ ہی ذرا غور سے کام لیجیے کہ مجھ کو اس وقت کتنے کام ہیں، ایک تو سنتیں ونوافل پڑھنا، پھر بعض ذاکرین وشاغلین کو کچھ کہنا ہے، ان کو سننا، مہمانوں کو کھانا کھلانا۔ افسوس ہے کہ فی زمانہ دنیا سے بالکل ادب وتہذیب مرتفع [ختم] ہوگیا۔ اب تعویذ کے لیے پھر تشریف لائیے۔

یاد رکھیے! جہاں جائیے اوّل مقصود کا ذکر کر دینا چاہیے بالخصوص پوچھنے پر، میں تو ہر شخص سے آتے کے ساتھ ہی دریافت کرلیتا ہوں تاکہ جو کچھ کہنا ہے کہہ دے اور اس کا حرج نہ ہو اور نہ میرا حرج ہو۔ اور میں خود اس وجہ سے پوچھ لیتا ہوں کہ اکثر اہلِ حوائج [ضرورت مند لوگ] آتے ہیں اور بعض اشخاص بوجہ شرم وحیا خود نہیں کہہ سکتے یا مجمع کی وجہ سے پوشیدہ بات کو ظاہر نہیں کرسکتے، پوچھنے سے وہ بتلا دیتے ہیں یا کہہ دیتے ہیں کہ خلوت میں کہنے کی بات ہے، میں جب موقع پاتا ہوں علیحدگی میں ان کو بلا کر سن لیتا ہوں اور جب آدمی منہ ہی سے نہ بولے تو کیسے خبر ہوسکتی ہے، مجھے علمِ غیب تو ہے ہی نہیں۔

ادب ۸۳: بعدِ مغرب ایک ذاکر شاغل کو جس کی استدعا پر اس کو یہ وقت دیا گیا تھا کچھ تلقین [نصیحت] کے واسطے پکارا، کیونکہ ذرا دور تھے ان صاحب نے زبان سے ہاں تک نہیں کیا بلکہ خود وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر روانہ ہوئے جس کی اطلاع نہ ہوئی، اس لیے دوبارہ اس خیال سے پکارا کہ شاید سنا نہ ہو، اتنے میں وہ خود آ گئے۔ استفسار فرمایا کہ آپ نے جواب کیوں نہیں دیا، یا جواب کے لائق مجھ کو نہیں سمجھا؟ جواب دینے سے داعی کو معلوم ہو جاتا ہے کہ مدعو نے سن لیا اور جواب نہ دینے میں کلفت ہوتی ہے کہ وہ دوسری مرتبہ پکارے، تیسری دفعہ آواز دے، تو

دوسرے کو یہ تکلیف محض آپ کی لاپرواہی اور سستی کی وجہ سے ہوئی کہ آپ سے زبان نہیں ہلائی گئی، اگر آپ ہاں کہہ دیتے تو کیا مشکل تھا؟ آج کل علوم کی تعلیم ہر جگہ ہے لیکن اخلاق کی تعلیم مثلِ عنقا [عنقا پرندے کی طرح نادر] ہے، اب طبیعت پریشان ہوگئی پھر دوسرا وقت آپ کو دیا جائے گا اس میں اس امر کا لحاظ رکھنا۔

ادب ۸۴: ایک ذاکر نے اثناءِ تعلیم [دورانِ تعلیم] میں کہ ابھی تقریر ختم بھی نہیں ہوئی تھی کہ اپنا خواب بیان کرنا شروع کیا، فرمایا: یہ کیا حرکت ہے کہ ایک گفتگو ختم نہیں ہوئی دوسری بات اس میں داخل کردی ؎

سخن راسرست اے خردمندان بن میاں در سخن درمیانِ سخن
خداوندِ تدبیر و فرہنگ و ہوش نگوید سخن درمیانِ سخن

آپ کی دخل دہی [دخل اندازی] کے یہ معنی ہیں کہ مقصود خواب بیان کرنا تھا اور تعلیم و تلقین آپ کے نزدیک فضول ہے، گویا میرا اتنی دیر تقریر کرنا ضائع ہوگیا، آئندہ ایسی حرکت کبھی نہ کرنا اب اٹھو دوسرے وقت بتلا دیا جائے گا، اس وقت تم نے تعلیم کی بے قدری کی ہے۔

تمام ہوا مضمون لکھا ہوا ان طالب علم صاحب کا۔

ادب ۸۵: جب کوئی تم سے بات کرے بے توجہی سے نہ سنو کہ متکلّم کا دل اس سے افسردہ [تنگ] ہوجاتا ہے، خصوصاً جو تمہاری ہی مصلحت کے لیے کوئی بات کہے، یا تمہارے سوال کا جواب دیتا ہو اور اس میں بھی خصوصاً جس کے ساتھ تم کو نیاز مندی [عقیدت مندی] کا بھی تعلّق ہو، وہاں بے التفاتی [بے توجہی] کرنا اور بھی قبیح [برا] ہے۔

ادب ۸۶: جس سے تم خود اپنی کوئی حاجت دنیوی یا دینی پیش کرو اور وہ اس کے متعلق تم سے کسی بات کی تحقیق کرے تو اس کو گول جواب مت دو، اس سے تلبیس [فریب] نہ کرو جس سے اس کو غلط فہمی یا الجھن و پریشانی ہو۔ خواہ مخواہ بار بار پوچھنے میں اس کا وقت ضائع ہو، کیونکہ وہ تمہاری غرض کے لیے پوچھ رہا ہے اس کا کوئی مطلب نہیں، پھر اگر اس کا صاف جواب دینا منظور نہ تھا تو اپنی حاجت پیش نہ کی ہوتی، خود ہی اس کو اس مضمون کی طرف متوجہ کیا اور پھر اس

کو دِق [تنگ] کرتے ہو۔

ادب ۸۷: گفتگو میں متکلّم جس دلیل پر ردّ یا جس دعوے کے خلاف ثابت کر چکا ہو تم کو ان مقدمات پر کلام کرنا تو مضائقہ نہیں، مگر بعینہٖ اسی دعویٰ یا دلیل کا اعادہ کرنا [لوٹانا] اپنے مخاطب کو ایذا پہنچانا ہے، اس کا بہت خیال رکھو۔

ادب ۸۸: تجربہ سے معلوم ہوا کہ کام کرنے والے آدمی کے پاس بلاضرورت بیکار آدمی کا بیٹھنا اس کے قلب کو مشغول و مشوّش کرتا ہے، خاص کر جب اس کے پاس بیٹھ کر اس کو تکتا بھی رہے، اس کا بہت لحاظ رکھنا چاہیے۔

ادب ۸۹: بالا خانہ کے بعض پرنالے [وہ نالی جس کے ذریعے چھت پر سے پانی کو نیچے گرایا جاتا ہے] لبِ سڑک [سڑک کے کنارے] خاص برسات کے لیے ہوتے ہیں، دوسرے اوقات میں ان میں پانی چھوڑنا راہگیروں [راہ چلنے والوں] کو تکلیف دینا ہے، گو کوئی تمہارے لحاظ سے نہ بولے مگر تم کو بھی تو خیال ولحاظ رکھنا چاہیے۔

ادب ۹۰: ایک مقام سے ایک لفافہ میں پچاس روپے کا بیمہ [ٹھیکہ] آیا، چونکہ بدونِ لفافہ کھولے ہوئے معلوم نہ ہوسکتا تھا کہ کس غرض سے یہ رقم آئی ہے اور ممکن ہے کہ بعد کھولنے کے کوئی ایسی غرض معلوم ہوتی جس کو میں پورا نہ کرسکتا اس لیے وہ رقم واپس کرنی پڑتی، یا اس غرض میں کوئی ابہام ہوتا جس کی مکرر تحقیق کی حاجت ہوتی اور اس کی تحقیق تک اس رقم کو بلاضرورت امانت رکھنا پڑتا، اور واپسی میں بلاضرورت مجھ کو پھر صَرف [خرچ] کا بار اٹھانا پڑتا، کیونکہ بعض اوقات ایسا ہو چکا ہے کہ بلا استفسار میرے بلانے کے لیے خرچ بھیج دیا اور میں نہ جاسکا، یا کوئی مصرف مبہم یا غیر مبہم مگر جس کا کوئی جزو قابلِ تحقیق تھا لکھا اور یہاں سے استفسار کرنا پڑا اور جواب میں دوسری جانب سے دیر ہوئی تو بس اب ان کی محتاجی ہوگئی، اور جس شخص کو مشاغل زیادہ ہوں ان کو ان امور سے کوفت ہوتی ہے، اس لیے وہ لفافہ میں نے واپس کردیا۔ جس شخص کی حالت مجھ جیسی ہو، اس کے ساتھ لزوماً اور دوسروں کے ساتھ استحساناً [اچھا جانتے ہوئے] ایسے موقع پر یہ طریقہ برتنا چاہیے کہ اول اطلاع یا استفسار کرکے اجازت

حاصل کرلیں، تب بھیجیں یا منی آرڈر کے کوپن میں صاف لکھ دیں، تاکہ مرسل الیہ [جس کے لیے بھیجا جارہا ہے] کو معلوم تو ہوجائے، پھر خواہ وصول کرے یا واپس کرے۔

ادب ۹۱: جلال آباد میں ایک مکتب کے مدرّس مریض ہوگئے، مہتمم مکتب نے مجھ سے درخواست کی کہ دو چار روز کے لیے کسی شخص کو تعلیم کے واسطے بھیج دیا جائے۔ میں نے اس خیال سے کہ میرے کہنے سے مجبور نہ ہو، ان ہی سے کہہ دیا کہ یہاں کے رہنے والوں سے پوچھ لیا جائے، جو آزادی کے ساتھ راضی ہو میری طرف سے اجازت ہے۔ انہوں نے ذاکر کو راضی کیا، اور اس ذاکر نے یہ شرط لگائی کہ فلاں شخص سے (یعنی مجھ سے) پوچھ کر آجاؤں گا، وہ مہتمم تو چلے گئے، اگلے دن مجھ سے آکر اپنا عذر بیان کرتے ہیں کہ میں نہیں جاسکتا، میں نے کہا کہ یہ عذر ان مہتمم صاحب سے کہنا چاہیے تھا، ان سے بشرط میری اجازت کے وعدہ کرلیا، اب نہ جانے سے وہ اپنے دل میں کہیں گے کہ وہ تو آنے پر رضامند تھے فلاں شخص نے منع کردیا ہوگا، تو تم مجھ پر الزام رکھنا چاہتے ہو؟ کیسی ناشائستہ حرکت ہے۔ اب تم جلال آباد جاؤ کہ فلاں شخص نے مجھے اجازت دے دی تھی مگر فلاں عذر ہے میں نہیں رہ سکتا، چنانچہ میں نے ان کو بھیجا۔ یہ نصیحت عام ہے، خود کو سرخرو ہونا [اونچا اور بڑا جاننا] اور دوسرے کو متّہم کرنا [تہمت لگانا] نہایت ہی مہمل بات ہے۔

ادب ۹۲: ایک دفعہ ایک دوسرے شخص کا یہ ہوا کہ ان کو ایک اور شخص سے بھی کچھ کہنا تھا اور آنے سے یہ بھی مقصود تھا، انہوں نے جانا چاہا تھا مگر خود ناواقف تھے اور وہ آدمی اس وقت ملتا بھی نہیں، اس لیے ان کو مشورہ دیا گیا کہ شام کو ملنا، گو اس میں کوئی خلجان پیش نہیں آیا لیکن اور بعض مہمانوں کو ایسا قصّہ پیش آیا کہ اس دوسرے کام میں چلے گئے اور دیر ہوگئی۔ یہاں کھانے میں انتظار کی تکلیف ہوئی، پھر گھر والے دیر تک کھانا لیے بیٹھے رہے جس میں حرج بھی ہوا، دل تنگ بھی ہوا، اس لیے مناسب یہ ہے کہ جہاں طالب و تابع بن کر جائے دوسرے حوائج [ضروریات] نہ لے جائے، بعض اوقات غیر مقصود قصّوں میں ضروری مقصود کی رعایت فوت ہوجاتی ہے اور ضرر ہوتا ہے۔

ادب۹۳: ایک شخص کا اور قصّہ ہوا، عشا کے بعد آپ کہنے لگے کہ میں ایک جگہ سے رضائی اوڑھنے کے لیے لے آؤں؟ تب ان سے کہا گیا کہ اس وقت مدرسہ کا دروازہ بند ہوجاتا ہے، تم پکار کر سب کو بے آرام کروگے اور ان کو کپڑا دیا گیا اور اس وقت افسوس ہوا کہ یہ دن میں کیا سوتے تھے، یہ کام کرنا جب ضروری تھا تو سویرے سے کرکے فارغ ہونا لازم تھا۔

ہدیہ دینے کے آداب

ادب۹۴: اس میں کچھ آداب ہدیہ کے مختصر لکھتا ہوں جن کا لحاظ نہ رکھنے سے ہدیہ کا لطف اور اصلی غرض، یعنی ازدیادِ محبّت [محبّت میں اضافہ] فوت ہوجاتی ہے۔

۱۔ جس کو ہدیہ دے پوشیدہ دے، آگے اس کو مناسب ہے کہ ظاہر کردے۔ یہ اب الٹا قصّہ ہے کہ دینے والا اظہار کی اور لینے والا اخفا کی کوشش کرتا ہے۔

۲۔ اگر ہدیہ غیر نقد ہو [پیسوں کے علاوہ کوئی چیز] تو حتی الامکان مُہدیٰ الیہ کی رغبت کی تحقیق کرے، ایسی چیز دے جو اسے مرغوب [پسند] ہو۔

۳۔ ہدیہ دے کر یا ہدیہ سے پہلے اپنی کوئی غرض پیش نہ کرے کہ مُہدیٰ الیہ کو شبہ خودغرضی کا ہوتا ہے۔

۴۔ مقدار ہدیہ کی اتنی زیادہ نہ ہو کہ مُہدیٰ الیہ کی طبیعت پر بار ہو، اور کم جتنا چاہے ہو مضائقہ نہیں۔ اہلِ نظر کی نظر مقدار پر نہیں ہوتی خلوص پر ہوتی ہے، اور زیادہ ہونے کی صورت میں واپسی کا احتمال ہے۔

۵۔ اگر مُہدیٰ الیہ کسی مصلحت سے واپس کرنے لگے تو وجہ واپسی کی تحقیق کرکے آئندہ اس کا خیال رکھے لیکن اس وقت اصرار نہ کرے، البتہ جو وجوہ بنا واپسی کی ہے، اگر وہ وجہ واقعی نہ ہو تو اسکے عدمِ وقوع کی اطلاع فوراً کرنا بھی مضائقہ نہیں بلکہ مستحسن [پسندیدہ] ہے۔

۶۔ جب تک مُہدیٰ الیہ پر اپنا خلوص ثابت نہ کردے ہدیہ پیش نہ کرے۔

۷۔ حتی الامکان ریلوے سے پارسل کے ذریعہ ہدیہ نہ بھیجے کہ مُہدیٰ الیہ کو کوئی طرح کا اس میں تعب [مشقت] ہے۔

آدابِ خط و کتابت

ادب ۹۵: اس میں کچھ آدابِ خط و کتابت لکھتا ہوں:

۱۔ خط کی عبارت اور مضمون اور خط بہت صاف ہو۔

۲۔ ہر خط میں اپنا پورا پتہ لکھنا ضروری ہے، مکتوب الیہ کے ذمہ نہیں ہے کہ اس کو حفظ یاد رکھا کرے۔

۳۔ اگر کسی خط میں پہلے کے کسی مضمون کا حوالہ دینا ہو تو پہلا خط بھی اس مضمون پر نشان بنا کر ہمراہ بھیجے، تاکہ سوچنے میں تعب [رکاوٹ] نہ ہو اور بعض اوقات یاد ہی نہیں آتا۔

۴۔ ایک خط میں اتنے سوالات نہ بھر دے کہ مجیب [جواب دینے والے] پر بار ہو، چار پانچ سوال بھی بہت ہیں، بقیہ جواب آنے کے بعد پھر بھیج دے۔

۵۔ کثیر المشاغل [بہت مصروفیات والے] مکتوب الیہ کو پیام و سلام پہنچانے سے معاف رکھے، اسی طرح اپنے معظّم کو بھی تکلیف نہ دے، خود ان لوگوں کو براہ راست جو لکھنا ہو لکھ دے، اور جو کام مکتوب الیہ کے لیے مناسب نہ ہو اس کی فرمائش لکھنا تو اور بھی بے تمیزی ہے۔

۶ اپنے مطلب کے لیے بے رَنگ خط [ایسا خط جس میں اس کے ٹکٹ کی قیمت سے زیادہ وزن ہو] نہ بھیجے۔

۷ بے رَنگ جواب بھی نہ منگائے، بعض اوقات یہ شخص ڈاکیہ کو نہیں ملتا اور وہ اس خط کو واپس کر دیتا ہے تو بلا ضرورت مجیب پر تاوان پڑتا ہے۔

۸ جوابی رجسٹری خط بھیجنا خلافِ تہذیب ہے، حفاظت میں تو غیر جوابی رجسٹری کے برابر

ہوتی ہے، پھر اتنی بات اس میں زیادہ ہے کہ مکتوب الیہ لے کر انکار نہیں کر سکتا۔ سو ظاہر ہے کہ اپنے معظّم کو بھیجنا گویا اس کے یہ معنی ہیں کہ اس پر بھی جھوٹ بولنے کا شبہ کیا جاتا ہے، سو کتنی بڑی بے ادبی ہے۔

یہ قریب سو آداب کے ہیں اور اسی قسم کے آدابِ معاشرت کسی قدر بہشتی زیور کے دسویں حصّہ میں لکھ دیئے ہیں، ان کو بھی ملاحظہ فرمالیا جائے جن میں سے بعضے عنقریب ذیل میں بھی مذکور ہیں۔ اور خلاصہ ان تمام تر آداب کا یہ ہے کہ اپنے کسی قول و فعل یا حال سے دوسرے کی طبیعت پر کوئی بار یا پریشانی یا تنگی نہ ڈالے۔ یہی خلاصہ ہے حسنِ اخلاق کا۔ جو شخص اس قاعدہ کو مستحضر [ذہن نشین] کرلے گا وہ زیادہ تفصیل سے مستغنی [آزاد] ہوجائے گا۔ اس لیے اس فہرست کو بڑھایا نہیں گیا، البتہ اس قاعدہ کے لحاظ کے ساتھ اتنا کام اور کرنا پڑے گا کہ ہر قول و فعل کے قبل ذرا سوچنا ہوگا کہ ہماری یہ حرکت موجبِ ایذا [تکلیف کا باعث] تو نہ ہوگی، پھر غلطی بہت کم ہوگی اور چند روز کے بعد خود طبیعت میں صحیح مذاق پیدا ہوجائے گا کہ پھر سوچنا بھی نہ پڑے گا، یہ سب امور مثل طبعی کے ہوجاویں گے۔

بعضے آداب بہشتی زیور سے

ادب ۹۶: اگر کسی سے ملنے جاؤ تو وہاں اتنا مت بیٹھو، یا اس سے اتنی دیر باتیں مت کرو کہ وہ تنگ ہوجائے، یا اس کے کسی کام میں حرج ہونے لگے۔

ادب ۹۷: جب تم سے کوئی کسی کام کو کہے تو اس کو سن کر ہاں، یا نہیں ضرور زبان سے کچھ کہہ دیا کرو کہ کہنے والے کا دل ایک طرف ہوجائے، کہیں ایسا نہ ہو کہ کہنے والا تو سمجھے کہ اس نے سن لیا ہے اور تم نے سنا نہ ہو، یا وہ یہ سمجھے کہ تم یہ کام کردو گے اور تم کو کرنا منظور نہ ہو تو ناحق دوسرا آدمی بھروسہ میں رہا۔

ادب ۹۸: کسی کے گھر میں مہمان جاؤ تو اس سے کسی چیز کی فرمائش مت کرو۔ بعض دفعہ چیز تو ہوتی ہے بے حقیقت [معمولی] مگر وقت کی بات ہے، گھر والا اس کو پوری نہیں کر سکتا، ناحق اس

کو شرمندگی ہوگی۔

ادب ۹۹: جہاں دو آدمی بیٹھے ہوں وہاں بیٹھ کر تھوکو مت، ناک مت صاف کرو، اگر ضرورت ہو تو ایک کنارے جا کر فراغت کر آؤ۔

ادب ۱۰۰: کھانا کھانے میں ایسی چیزوں کا نام مت لو جس سے سننے والوں کو گھن پیدا ہو، بعضے نازک مزاجوں کو تکلیف ہوتی ہے۔

ادب ۱۰۱: بیمار کے سامنے یا اس کے گھر والوں کے سامنے ایسی باتیں مت کرو جس سے زندگی کی ناامیدی پائی جائے، ناحق دل ٹوٹے گا بلکہ تسلّی کی باتیں کرو کہ ان شاء اللہ سب دکھ جاتا رہے گا۔

ادب ۱۰۲: اگر کسی کی پوشیدہ بات کرنی ہو اور وہ بھی اس جگہ موجود ہو تو آنکھ سے یا ہاتھ سے ادھر اشارہ مت کرو، ناحق اس کو شبہ ہوگا اور یہ جب ہے کہ اس بات کا کرنا شَرع سے بھی درست ہو اور اگر درست نہ ہو تو ایسی بات کرنا گناہ ہے۔

ادب ۱۰۳: بدن اور کپڑے میں بدبو پیدا نہ ہونے دو، اگر دھوبی کے دھلے ہوئے کپڑے نہ ہوں تو بدن کے کپڑے ہی دھو ڈالو۔

ادب ۱۰۴: آدمیوں کے بیٹھے ہوئے جھاڑ مت ڈلواؤ۔

ادب ۱۰۵: مہمان کو چاہیے کہ اگر پیٹ بھر جائے تو تھوڑا سالن روٹی دسترخوان پر ضرور چھوڑ دے، تاکہ گھر والوں کو یہ شبہ نہ ہو کہ مہمان کو کھانا کم ہوگیا، اس سے وہ شرمندہ ہوتے ہیں۔

ادب ۱۰٦: راہ میں چارپائی یا پیڑھی [لکڑی کی چھوٹی نشست] یا کوئی برتن، یا اینٹ پتھر وغیرہ مت ڈالو۔

ادب ۱۰۷: بچوں کو ہنسی میں اُچھالو مت اور کسی کھڑکی وغیرہ سے مت لٹکاؤ، شاید گر پڑیں۔

ادب ۱۰۸: پردہ کی جگہ کسی کے پھوڑا پھنسی [دانہ] ہو تو اس سے مت پوچھو کہ کہاں ہے۔

ادب ۱۰۹: گٹھلی، چھلکا کسی آدمی کے اوپر مت پھینکو۔

ادب ۱۱۰: کسی کو کوئی چیز ہاتھ میں دینا ہو تو دور سے مت پھینکو کہ وہ ہاتھ میں لے لے گا۔

ادب ۱۱۱: جس سے بے تکلفی نہ ہو اس سے ملاقات کے وقت اس کے گھر کا حال مت پوچھو۔

ادب ۱۱۲: کسی کے غم، یا پریشانی، یا دکھ بیماری کی کوئی خبر سنو تو قبل پختہ تحقیق کے کسی سے نہ کہو، بالخصوص اس کے عزیزوں سے۔

ادب ۱۱۳: دستر خوان پر سالن کی ضرورت ہو تو کھانے والے کے سامنے سے مت ہٹاؤ، دوسرے برتن میں لے آؤ۔

ادب ۱۱۴: لڑکوں کے سامنے کوئی بات بے شرمی کی مت کہو۔

تمام ہوئے بعض آداب بہشتی زیور سے اور یہاں تک اکثر آداب وہ ہیں جن کا برابر والوں یا اکابر کے ساتھ لحاظ رکھنا ضروری ہے، اب دو چار آداب ایسے بتلاتا ہوں جن کا لحاظ بڑوں کو چھوٹوں کے ساتھ رکھنا مناسب یا واجب ہے۔

بڑوں کے لیے ضروری آداب

ادب ۱۱۵: بڑوں کو بھی بہت نازک مزاج نہ ہونا چاہیے کہ بات بات میں بگڑا کریں، بات بات پر چھینکا کریں۔ یہ یقینی بات ہے کہ جیسے دوسرے تم سے بے تمیزی کرتے ہیں، تم اگر اپنے سے بڑوں کے ساتھ رہو سہو تو تم سے بھی بہت بدتمیزیاں ہوا کریں، یہ سمجھ کر کچھ تسامح [معافی تلافی] بھی کیا کرو۔ اور ایک بار، دو بار نرمی سے سمجھا دو، جب اس سے کام نہ چلے تو مخاطب کی مصلحت کی نیت سے تندی و درشتی [سختی] کا بھی مضائقہ نہیں۔ اگر تم نے تحمّل [برداشت] نہ کیا تو صبر کی فضیلت سے ہمیشہ محروم رہے اور جب خدا نے تم کو بڑا بنایا ہے تو ہر طرح کے لوگ تمہاری طرف رجوع کریں گے، ان میں مختلف طبائع، مختلف عقول کے لوگ ہوتے ہیں، ایک ہی تاریخ میں سب یکساں کیسے ہو جائیں۔ یہ حدیث قابل یاد رکھنے کے ہے:

المؤمن الذی یخالط الناس ویصبر علی اذاھم خیر من الذی لا یخالط الناس ولا یصبر علٰی اذاھم۔[1]

ادب ۱۱۶: جس شخص کی نسبت تم کو قرائن سے متیقن یا مظنون [یقین یا گمان] ہو کہ تمہارے کہنے کو ہرگز نہ ٹالے گا تو اس سے کسی ایسی چیز کی فرمائش نہ کرو جو شرعاً واجب نہیں۔

ادب ۱۱۷: اگر بلا فرمائش کے کوئی تمہاری مالی یا بدنی خدمت کرے تب بھی اس کا خیال رکھو کہ اس کی راحت یا مصلحت میں خلل نہ پڑے۔ یعنی اس کو زیادہ جاگنے مت دو، اس کی گنجائش سے زیادہ اس کا ہدیہ مت لو۔ اگر وہ تمہاری دعوت کرے، بہت سے کھانے مت پکانے دو، ہمراہی میں بہت سے آدمیوں کی دعوت مت کرنے دو۔

ادب ۱۱۸: اگر کسی شخص پر قصداً ناخوش ہونا پڑے یا اتفاقاً ایسا ہو جائے تو دوسرے دن اس کا دل خوش کردو، اگر تم سے واقعی زیادتی ہوگئی ہے تو بے تکلّف اس سے معذرت کر کے اپنی زیادتی کی معافی مانگ لو، عار [شرم] مت کرو، قیامت میں وہ تم برابر ہو گے۔

ادب ۱۱۹: اگر گفتگو میں کسی کی بدتمیزی پر زیادہ تغیّر [تبدیلی] مزاج میں ہونے لگے تو بہتر ہے کہ بلاواسطہ اس سے گفتگو مت کرو، کسی اور مزاج شناس سلیقہ شعار [مزاج پہچاننے والے] کو بلا کر اسکے واسطے سے گفتگو کرے تاکہ تمہارا تغیّر دوسرے پر اور اسکی بدتمیزی تم پر اثر نہ کرے۔

ادب ۱۲۰: اپنے کسی خادم یا متعلق کو اپنا ایسا مُقرّب [قریبی] مت بناؤ کہ دوسرے لوگ اس سے دبنے لگیں یا وہ دبانے لگے۔ اسی طرح اگر وہ لوگوں کی روایات و حکایت تم سے کہنے لگے، منع کردو ورنہ لوگ اس سے خائف ہو جائیں گے اور تم لوگوں سے بدگمان ہو جاؤ گے۔ اسی طرح اگر وہ کسی کا پیام یا سفارش تمہارے پاس لائے، سختی سے منع کردو تاکہ لوگ اسکو واسطہ سمجھ کر اسکی خوشامد نہ کرنے لگیں، اسکو نذرانے نہ دینے لگیں، یا وہ لوگوں سے فرمائش نہ کرنے لگے۔

---

[1] وہ مومن جو لوگوں سے میل ملاپ رکھتا اور ان کی ایذا رسانی پر صبر کرتا ہے، اُس سے بہتر ہے جو لوگوں سے ملتا ہے نہ ان کی ایذا رسانی پر صبر کرتا ہے۔ (مشکوۃ المصابیح، رقم: ۵۰۸۷)

خلاصہ یہ ہے کہ تمام لوگوں کا تعلّق براہ راست اپنے سے رکھو، کسی شخص کو واسطہ مت بناؤ، ہاں اپنی خدمت کے لیے ایک آدھ شخص خاص کرلو مضائقہ نہیں، مگر اس کو لوگوں کے معاملات میں ذرہ برابر دخل نہ دو۔ اس طرح مہمانوں کا قصّہ کسی پر مت چھوڑو، خود سب کی دیکھ بھال کرو گو اس میں تم کو تعب زیادہ ہوگا، مگر دوسروں کو تو راحت وسہولت رہے گی اور بڑے تو تعب کے لیے ہوا ہی کرتے ہیں۔ خوب کہا گیا ہے ؎

آں روز کہ مہ شدی نمی دانستی کانگشت نمائے عالمے خواہد شد

اب ان آداب وقواعد کو ایک بے قاعدگی کے قاعدہ پر ختم کرتا ہوں، وہ یہ ہیں کہ ان میں بعض آداب تو عام ہیں، ہر حالت اور ہر شخص کیلئے اور بعض آداب وہ ہیں جن سے بے تکلّف مخدوم یا بے تکلّف خادم مستثنٰی بھی ہیں، چونکہ اس درجہ کی بے تکلفی تک پہنچ جانے کا ادراک [حصول] وجدانی و ذوقی ہے، اس لیے ایسے آداب کی تعیین بھی وجدان و ذوق پر چھوڑتا ہوں اور اس رسالہ کو اس شعر پر جو کہ ادب تکلّف اور ادب تکلفی دونوں کیلئے جامع ہے تمام کرتا ہوں۔

طرق العشق کلھا آداب ادبوا النفس ایھا الاصحاب

ویوم ختامہ ھو یوم ختام رسالۃ اغلاط العوام بفضل قدر اکثر من ساعۃ واقل من ساعتین وھو ثامن المحرم ۱۳۳۲ھ فی تھانہ بھون.